لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُواْ وَلِلنِّسَاء نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَاسْأَلُواْ اللّهَ مِن فَضْلِهِ إِنَّ اللّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا

مردوں کو ان کاموں کا ثواب ہے جو انہوں نے کئے اور عورتوں کو ان کاموں کا ثواب ہے جو انہوں نے کئے،
اور خدا سے اس کا فضل (وکرم) مانگتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے۔ (النساء)

خطباتِ حبّان

برائے دخترانِ اسلام

یعنی خطابات

شیخ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبّان رحیمی ایم ڈی چرتھاولی حفظہ اللہ

خلیفہ ومجاز حضرت حاذق الامت پرنامبٹ (خلیفہ ومجاز حضرت مسیح الامت جلال آبادی) مدیر دار العلوم محمدیہ بنگلور

﴿جلد ششم﴾

مرتب

ڈاکٹر محمد فاروق اعظم حبان قاسمی

نائب مہتمم دار العلوم محمدیہ بنگلور

ناشر

مکتبہ طیبہ نزد سفید مسجد، دیوبند، سہارنپور-247554 (یوپی)

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	:	خطباتِ حبان (برائے دختران اسلام) (جلد ششم)
خطبات	:	حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی
مرتب	:	ڈاکٹر محمد فاروق اعظم حبان قاسمی
کتابت وتزئین	:	مولانا فہیم الدین قاسمی سیتامڑھی، حبان گرافکس بنگلور
باہتمام	:	مولانا محمد طیب قاسمی
تعداد	:	تین ہزار (۳۰۰۰)
قیمت	:	
ناشر	:	مکتبہ طیبہ نزد سفید مسجد، دیوبند، سہارنپور-247554 (یوپی)

﴿مرتب کا مکمل پتہ﴾

RAHEEMI SHIFA KHANA
#248, 6th Cross, Gangondanahalli Main Road,
Nayandhalli Post, Maysore Road
BANGALORE - 560039 (INDIA)
Ph.: 080-23180000, 23397836/72
www.raheemishifakhana.com
E-mail.: raheemishifakhana@yahoo.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	عناوین	صفحہ
1	انتساب	12
	حروف فہمی	13
2	لڑکیاں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہیں	16
	قبل از اسلام قبیلۂ بنو تمیم کی سخت دلی	17
	کس کس طرح لڑکیوں کو قتل کیا جاتا تھا	18
	نیک اور شریف النفس بھی تھے	18
	عزل بھی ایک فعل قبیح	19
	لڑکیوں کی پرورش جہنم سے نجات کا ذریعہ	20
	لڑکیوں کی تعلیم وتربیت دخول جنت کا سبب	21
	مطلقہ بیوہ، بیٹی پر خرچ کرنا سب سے بڑا صدقہ	22

	اسلامی تعلیمات کا نتیجہ	23
3	عورت کے سماجی معاشی اور تعلیمی حقوق	24
	عورتیں اقوام عالم کی نظر میں	25
	عورت کا تمدنی حقوق	26
	عورت کے معاشی حقوق	27
	عورت کا حق تعلیم	28
	ایمان وعمل کا یکساں معیار	30
	عورت کے ساتھ حسن سلوک کا حق	31
4	عورتوں کے حقوق سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں	33
	اسلام سے قبل عورت کو ستی کر دیا جاتا تھا	35
	حقوق نسواں اور اقوال نبوی ﷺ	36
	حقوق نسواں اور کرادر نبوی ﷺ	37
	حضور ﷺ کے گھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اہمیت	37
	حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی عقل مندی	38
	حضور ﷺ ازواج مطہرات سے مذاق فرماتے	38
	حضور ﷺ مسکراہٹ	39
	عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت	39
	حضور ﷺ بیٹی سے محبت فرماتے	40
	اسلام نے حق تلفی کو ختم کیا	40
	اسلام نے عورتوں پر ہونے والے مظالم کو ختم کیا	41
	جہیز لینا حرام ہے	42

	عورت کا اعزاز	42
	عورت کو تعلیم یافتہ بنانا	43
	اسلام میں مرد اور عورت برابر	44
	دنیوی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم بھی دلوائیں	45
5	**حضرت ماشطہؓ کی شہادت ہمارے لئے ایمانی سبق**	46
	میں تمہارا سب سے بڑا پروردگار ہوں	47
	فرعون کی نرینہ اولاد نہیں تھی	48
	بے ساختہ نکلا بسم اللہ	49
	امی جان کود جاؤ	50
	حضرت ماشطہؓ کی دلیری	51
	اللہ اللہ اس مرحلہ پر	51
	حضرت ماشطہؓ کی ولایت کے کیا کہنے	53
	اسلام کے لئے ہر طرح کی قربانی کا جذبہ رکھنا چاہیے	53
6	**خواتین کی ملازمت شریعت کی روشنی میں**	55
	عورت کی ملازمت کے برے نتائج	56
	قوانین اسلام فطرت انسانی کے موافق	57
	گھریلو ذمہ داری عورت کی	57
	کسب معاش کی ذمہ داری مردوں کی	58
	عورتوں کے کندھوں پر کسب معاش شریعت نے نہیں رکھی	59
	عورت کو بدرجہ مجبوری کسب معاش کی اجازت	61

	بلا ضرورت عورت گھر سے باہر نہ نکلے	63
	عورتوں کے باہر نکلنے سے طرح طرح کے فتنے رونما ہو سکتے ہیں	64
	عورتوں کے لئے بھی ہنر بہت ضروری ہے	65
7	**مسلم خواتین صحابیات کا نمونہ بنیں!**	67
	صحابیات کا کردار ہم اپنائے	68
	دین کے معاملے میں مردوں اور عورتوں کی ذمہ داریاں برابر	69
	آج قابل شرم باعث فخر بن گئیں	70
	عورتوں کے بارے میں اقوام عالم کی ذہنیت	71
	اسلام میں عورت کی قدر و منزلت	72
	صحابیات کی عظیم خدمات	72
	تبلیغ دین کیلئے صحابیات کی عظیم الشان قربانیاں	74
8	**جگر گوشۂ رسول ﷺ کی ازدواجی زندگی**	76
	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح مثالی تھا	78
	ہم کو شوہر کی خدمت سے عار آتی ہے؟	79
	حضور ﷺ کی نصیحت اپنی لخت جگر کو	80
	کامیابی شوہر کی خوشنودی ہی میں ہے	81
	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سادگی اور فکر آخرت	81
	مقام! اور یہ سادگی	82
9	**اسلام میں عورت کا حق وراثت**	84
	عورت ماں کی صورت میں	85

	عورت بیوی کی صورت میں	87
	قبل از اسلام عورتوں پر ظلم	88
	عورت بہن یا بیٹی کی صورت میں	90
10	**عورت کے چہرے کا پردہ کیوں ضروری ہے؟**	92
	شرعی پردہ سے مراد کیا ہے؟	94
	ازواج مطہرات کو پردہ کا حکم	94
	آج بھی شریف عورتیں بے پردہ نہیں ہیں	98
11	**اسلام کی نظر میں بیوی کا مقام**	100
	بیوی کا مرتبہ	101
	عورتوں پر زیادتی کی ایک شکل زمانۂ جاہلیت	101
	ادائے حقوق کا تاکیدی حکم مردوں کو	103
	ظالم شوہر کے پاس رہنے کے لئے عورت مجبور نہیں	103
	تعدد ازواج کی حکمت	105
	عدل وانصاف کے ساتھ تعدد ازواج	106
12	**فیشن کے نام پر عریانیت اور فواحشات**	108
	مذہب انسانیت کا درس دیتا ہے	109
	مذہب اسلام امن وشانتی کا مذہب ہے	111
	عریانیت کا سیلاب	112
	حضور ﷺ کی پیشین گوئی	113
	پردہ نشینی جرم کے دائرے میں	114
	وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر	115

	موبائل اور انٹرنیٹ سے تباہی	116
	فوائد بھی نقصان بھی	118
13	**امہات المومنین رضی اللہ عنہن کا کردار خواتین کے لئے مشعلِ راہ**	119
	ازواج مطہرات کی تعداد	121
	اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا	121
	ابوسلمہ رضی اللہ عنہا کی شہادت اور آپ ﷺ سے نکاح	122
	ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	123
	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی سخاوت	124
	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح سے رسم جاہلیت مٹ گئی	125
	ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا	126
	حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی برکت	127
	حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے بھائی کا قبول اسلام	127
	حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا وصال	128
	ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا	129
	حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح شاہی دربار میں	130
	اسلام کی خاطر قربانیاں	130
	اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا	131
	حضور ﷺ کی اولاد سے محبت	132
	واللہ یہ اپنے کلام میں سچی ہیں	133
14	**پردہ عورت کے لئے لازم کیوں؟**	134
	مغربی ذہنیت کا واویلا	135

	مرد وعورت کی ذمہ داریاں	136
	عورت چھپانے کی چیز ہے	137
	بڑی عمر کی عورتیں بھی پردہ کریں تو بہتر	138
	پردے کا حکم پہلے سے بھی شدید	139
	بناؤ سنگار عورت کا فطری حق ہے	141
	بجتا ہوا زیور پہننا درست نہیں	142
	حفاظت گناہوں کا سد باب	142
	خرد کا نام جنوں رکھ دیا...........	143
	محبت والفت کیسے باقی رہ سکتی ہے	144
	عورتوں کو گھر واپس کیسے لایا جائے	145
	رشتہ دار سے پردہ زیادہ ضروری	145
15	**طلاق یافتہ عورتوں کے متعلق اسلامی احکامات**	147
	اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نظر میں طلاق ناپسندیدہ	148
	طلاق کے نقصانات	149
	بن بیاہی لڑکی اور لڑکے	150
	بن بیاہی لڑکیوں کا تناسب	151
	برسر روزگار اور خود مختار لڑکیاں	152
	آج کے معاشرے میں طلاق کی کثرت	153
	سنت کے مطابق زندگی گزاریں تو طلاق کی نوبت نہ آئے	153
16	**عورتوں کے متعلق حضور ﷺ کی تعلیمات**	155
	قدیم زمانہ میں عورت کی کسمپرسی	156

	عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے	157
	عورت ومرد ایک دوسرے کی خوبیوں کو دیکھیں	158
	بہترین آدمی وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے لئے بہتر ہے	159
	بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالنا بھی صدقہ ہے	159
	عورتوں کے آرام کا زیادہ خیال رکھا جائے	160
	عورتیں کانچ کے شیشے ہیں	161
	جنت ماں کے قدموں میں ہے	162
	حضور ﷺ نے بچیوں کو جینے کا حق دیا	163
	لڑکے کو لڑکی پر فوقیت نہ دو	164
	یتیم بچی کی کفالت کی شاندار مثال	165
	بیوہ اور باندی کی فضیلت اور ان کی خدمت	165
	بیوہ سے شادی کرنا کثرت ثواب کا باعث	167
	بیویوں کے ساتھ ناانصافی پر عذاب	167
	تعدد ازدواج تاریخ عالم کی روشنی میں	168
17	**اسلام سے قبل عرب عورتوں کے حالات اور سرگرمیاں**	170
	عورتوں کی ناگفتہ بہ حالت	171
	عورت بھی مال کی طرح میراث میں	173
	لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی حقیقت	173
	تہذیب وشائستگی	174
	عرب خواتین کی حالت روم اور یونان کی عورتوں سے بہتر تھی	175
	لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی رسم بد	176

میدان سیاست کی شہ سوار خاتون	178
عورتیں بھی سیاست کی ماہر ہوا کرتی تھیں	178
عورتوں میں بھی خودمختاری اور فنون میں مہارت	180
قبل از اسلام بھی عورتوں کو اپنی پسند سے نکاح کرنے کا اختیار	181
قبل از اسلام لڑکیوں کی عزت واحترام	181
ایک عورت کی فریاد آسمان پر سنی گئی	182

☆☆☆

بحمداللہ تعالیٰ خطبات حبان برائے دختران اسلام کی جلد ششم کا

انتساب اور ثواب

میرے پیر ومرشد عارف باللہ حاذق الامت حضرت مولانا حکیم زکی الدین احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ (امی جان) الحاجیہ سیدہ ملکہ بیگم صاحبہ اور صاحبزادی محترمہ الحاجیہ وجیہہ بانو (زوجہ محترمہ الحاج حکیم محمد عتیق اللہ صاحب مرحوم) کی جانب معنون کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں جنہوں نے حضرت حاذق الامت رحمۃ اللہ علیہ کی اصلاحی تحریک کو مستورات میں پروان چڑھایا اور آج بھی اس کے لئے ہمہ وقت کوشاں ہیں اللہ تعالیٰ ان مخدومین کا سایہ مجھ پر اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے تمام مریدین ومتوسلین پر تادیر قائم ودائم رکھے۔ آمین!

خاکپائے آستانہ

حضرت حاذق الامت

محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی

دارالعلوم محمدیہ، خانقاہ رحیمی بنگلور

۳۰/ جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ م ۳۰/ جون ۲۰۱۱ء

بروز جمعہ بعد نماز عصر

حروفِ فہیمی

حضرت مولانا فہیم احمد قاسمی مدظلہ العالی سیتامڑھی

نحمدہ ونصل علی رسولہ الکریم اما بعد

اللہ عزوجل کا بے پایاں احسان اور فضل وکرم ہے کہ اس نے ہمیں اسلام جیسی عظیم دولت سے نوازا، اور اپنے پیارے حبیب آقاءِ نامدار حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل فرما کر خیر الامت کے لقب سے نوازا۔

اسلام نے امت مسلمہ کی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کو چار دیواری تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے وہ مقام ومرتبہ عطا فرمایا جو کسی دوسرے مذہب نے نہیں دیا، یہی وجہ ہے کہ ماضی میں عورتوں نے زندگی کے کئی شعبوں میں خواہ حفظِ قرآن کریم ہو، یا حفظِ حدیث مبارکہ ہو، یا سیر وتواریخ ہو، یا شجاعت وبہادری ہو، یا تصوف وسخاوت ہو، مرد کے شانہ بشانہ کارہائے نمایاں انجام دیکر اپنی انفرادیت ثابت کی ہے، اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے مقدس کلام میں اپنے محبوب بندوں کے ساتھ اپنی محبوب بندیوں کا بھی ذکر فرمایا ہے۔

اسلام نے معاشرہ کی اصلاح وتربیت کا خاص اہتمام کیا ہے ہر زمانے میں حاملین قرآن وسنت اپنے انوکھے اور نرالے انداز میں اور مختلف اسباب وذرائع سے قوموں کی فلاح وبہبودی کیلئے فریضہ انجام دیتے رہے، زمانۂ خیر القرون میں تو ان کی محنت وکوشش سے امتہ مسلمہ میں خوب دینی عروج وبلندی نصیب ہوا اور علوم قرآن وسنت عورتوں کو حاصل کرنے کا موقع ملا مگر خیر القرون کے بعد تعلیمی اور اصلاحی میدان میں ان کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا، اس لئے تعلیمی میدان میں صرف مرد حضرات ہی سر بکف نظر آتے رہے جب کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان (ماں کی گود بچے کے لئے سب سے پہلا مکتب ہے) کے مطابق عورتیں اصلاح معاشرہ کے لئے سب سے اہم کردار ادا کر سکتی ہیں بشرطیکہ ماں تعلیم یافتہ ہو اور دینی تعلیم سے اچھی واقفیت رکھتی ہوں اسلئے کہ عورت اگر تعلیم یافتہ ہے تو نہ صرف بچے پر بلکہ پورے گھرانے پر اسکے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

آج جبکہ عورتوں کیلئے اصلاحی مراکز کی خاصی کمی ہے لیکن کچھ حسّاس طبیعت اور مزاج رکھنے والے علماء، صلحاء نے صنف نازک کیلئے مختلف صوبوں اور اضلاع میں باقاعدہ تعلیم کا نظم کیا ہے جہاں بہت سی طالبات حجاب کے ساتھ علوم نبوی حاصل کر رہی ہیں اور ان میں یہ سمجھ بوجھ بھی پیدا ہو رہی ہے کہ احکام شرع اور علوم نبوت کو ان ماؤں اور بہنوں تک بھی پہونچایا جائے جن پر اب تک جہالت کی گھٹا ٹوپ تاریکی چھائی ہوئی ہے چنانچہ خال خال وہ خطابت اور درس وتدریس میں بھی منہمک ہیں اور دیگر خواتین کو بھی اسلامی تعلیمات اور انوار الٰہی سے روشناس کرا رہی ہیں۔

الحمد للہ دیگر تصانیف کے ساتھ ایک نمایاں تصنیف ''خطباتِ حبان برائے دخترانِ اسلام'' ہے جو دس جلدوں پر مشتمل ہے جس کو مربی پیرومرشد حبیب الامت حضرت مولانا حکیم ڈاکٹر محمد ادریس حبان رحیمی مدظلہ العالی (خلیفہ ومجاز حضرت حاذق

الامت حضرت مولانا حکیم ذکی الدین صاحب پرنامبٹ نور اللہ مرقدہ) کے صاحبزادے ڈاکٹر محمد فاروق اعظم حبان قاسمی نے حبیب الامت کے خطبات کو جمع کر کے ترتیب دیا ہے۔

خطباتِ حبان مستورات کے لئے ایک سنگ میل سے کم نہیں اس دور میں ایسے خطبات اور وعظ ونصیحت پر مشتمل کتابیں اور اصلاحی تقاریر ہر مسلمان کے گھر میں عورتوں کے لئے موجود ہونی چاہئیں میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ عورتوں اور لڑکیوں کو خطباتِ حبان برائے دخترانِ اسلام کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ حضرت والا کے ان خطبات کو خوب خوب شرف قبولیت سے نوازے اور خواص وعوام کے لئے نافع بنائے اور مؤلف کے لئے ذخیرۂ آخرت۔

فقط والسلام

(مولانا) فہیم احمد قاسمی سیتامڑھی

استاذ شعبۂ عربی درجات دارالعلوم محمدیہ بنگلور

بتاریخ ۲۸رذی القعدہ ۱۴۳۳ھ

بمطابق ۱۴را کتوبر ۲۰۱۲ء

لڑکیاں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہیں

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ .وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَامُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ . اَمَّابَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، یَھَبُ لِمَنْ یَشَاءُ اِنَا ثًاوَّیَھَبُ لِمَنْ یَشَاءُ الذُّکُوْراً.صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

ترجمہ: اللہ جس کو چاہتا ہے لڑکیاں عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے لڑکے عطا کرتا ہے۔

عزت مآب خالاؤں اور ماؤں! دنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ عام طور سے لڑکوں کے مقابلے میں لڑکیوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا اور ان کو بہت کم اہمیت دی گئی، عرب

کے جس ماحول میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی تھی اس میں لڑکیوں کی جو ناقدری ہو رہی تھی اس سے ہر کوئی واقف ہے۔ زمانۂ جاہلیت کی جاہلی رسموں میں لڑکیوں کو زندہ درگور کر دینا بھی شامل تھا۔ جس کے یہاں لڑکی پیدا ہو جاتی وہ مارے شرم کے منہ چھپائے پھرتا، اور سوچتا کہ اسے زندہ دفن کر دوں۔

سورۂ نحل میں اس صورت حال کی تصویر کشی یوں کی گئی ہے: ”وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ، يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ،“ (النحل:۵۸/۵۹)

جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور غصہ کے گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے، اس خوشخبری کے رنج سے وہ لوگوں سے منہ چھپاتا پھرتا ہے اور سوچتا رہتا ہے کہ آیا ذلت برداشت کر کے اسے اپنے پاس رہنے دے یا مٹی میں (زندہ) دفن کر دے۔

قبل از اسلام قبیلۂ بنو تمیم کی سخت دلی

یہ خوفناک رسم یوں تو سارے عرب میں تھی، مگر بنو تمیم میں اس کا بہت رواج تھا، بنو تمیم کے رئیس قیس بن عاصم نے اسلام قبول کرتے وقت رسول اللہ ﷺ کے سامنے آٹھ لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے کا خود اقرار کیا تھا۔

تفسیر قرطبی میں ہے: ”قَالَ قَتَادَةُ كَانَ مُضَرُ وَخَزَاعَةُ يَدْفِنُوْنَ الْبَنَاتِ اَحْيَاءً وَاَشَدُّ هُمْ فِيْ هٰذَا تَمِيْم.“ (الجامع لأحکام القرآن۔۱۰/۱۱۷)

قتادۃ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قبیلہ مضر اور خزاعہ لڑکیوں کو زندہ دفن کرتے تھے اور اس معاملے میں سب سے پر تشدد قبیلہ بنی تمیم تھا۔ سورۂ تکویر میں ہے: ”وَاِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ.“ (آیت ۸۔۱) اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے

گا کہ وہ کس گناہ پر قتل کی گئی۔ سوال قتل کرنے والے سے ہونا چاہئے مگر یہاں سوال مقتولہ سے ہوگا۔ زندہ دفن ہوئی لڑکی سے ہوگا۔ یہ قاتل اور زندہ دفن کرنے والے پر انتہائی غضب وغصہ کی علامت ہوگی اور اس لڑکی کی انتہائی مظلومی کا اظہار ہوگا کہ قاتل کو خطاب کرنے کے لائق بھی نہیں سمجھا گیا، اسے ایسا مستحق عتاب قرار دیا گیا کہ بات کرنے کے قابل بھی نہیں سمجھا گیا۔

کس کس طرح لڑکیوں کو قتل کیا جاتا تھا

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں جب کوئی عورت حاملہ ہوتی اور ولادت کا وقت آتا تو ایک گڑھا کھودتی اور دردزہ کے وقت اس گڑھے کے کنارے بیٹھ جاتی، اگر لڑکی جنتی تو اسے گڑھے میں پھینک دیتی اور لڑکا جنتی تو اسے زندہ باقی رکھتی۔ دوسری شکل زندہ دفن کرنے کی یہ تھی کہ جب کسی کے یہاں کوئی لڑکی پیدا ہو جاتی اور وہ اسے کچھ دن زندہ رکھنا چاہتا تو اس بچی کو اون یا بال کا جبہ پہنا دیتا اور اپنے جانور چرانے کیلئے اسکے حوالے کر دیتا، وہ جنگل میں اونٹ، بکری، چراتی رہتی، جب اس کی عمر چھ سال ہو جاتی تو اس کی ماں سے کہتا کہ بچی کو بنا سنوار دو، میں اسے اس کی سہیلیوں کے پاس لے کر جاؤں گا۔ ماں اسے بنا سنوار دیتی، وہ اسے لے کر جنگل میں جاتا، وہاں کنواں کھودتا، بچی سے کہتا کہ اس میں جھانکو، وہ جھانکتی تو پیچھے سے دھکا دے کر کنویں میں گرا دیتا اور اوپر سے مٹی ڈال کر کنواں زمین کے برابر کر دیتا۔

نیک اور شریف النفس بھی تھے

عرب زمانہ جاہلیت میں جہاں کچھ قبیلے، لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینے کی لعنت میں مبتلا تھے وہیں کچھ نیک اور شریف النفس حضرات، لڑکیوں کو زندہ درگور ہونے سے بچایا کرتے تھے۔ ان میں ایک نام مشہور عربی شاعر فرزدق کے دادا صعصعہ رضی اللہ عنہ

انہیں نیک لوگوں میں تھے۔انہوں نے اسلام لانے کے وقت رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں لڑکیوں کو زندہ دفن ہونے سے بچایا ہے اور ان کے بدلے میں میں نے اونٹ دیا ہے، اونٹ دے کر میں نے لڑکیوں کو خرید لیا ہے کہ وہ زندہ دفن کرنے والوں کے دست برد سے نکل جائیں۔

کیا مجھے میرے اس نیک عمل کا اجر وثواب ملے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”لَکَ اَجرُہٗ اِذنُ مَنَّ اللّٰہُ عَلَیکَ بِالْاِسلام“۔

ہاں! تم کو اس کا اجر ملے گا۔اللہ تعالیٰ نے تم کو مسلمان بنا کر تم پر احسان کیا ہے۔

ایک دوسرا نام زید بن عمرو بن نفیل کا ہے وہ بعثت نبوی سے پہلے دین ابراہیمی کے پیرو تھے۔اس قسم کی لڑکیوں کو اپنی آغوش میں لے لیتے تھے، جب وہ کسی ایسے شخص کو دیکھتے کہ وہ اپنی لڑکی کو قتل کرنے لے جا رہا ہے تو اس سے کہتے کہ اسے مت قتل کرو، میں اس کا خرچ اٹھاؤں گا، مجھے دے دو، چنانچہ اسے لے لیتے، پرورش کرتے، جب بچی بڑی ہو جاتی تو اس کے باپ سے کہتے کہ اگر تم چاہو تو میں اسے تمہیں دے دوں اور اگر تم چاہو تو میں ہی اس کی پرورش کرتا رہوں۔

عزل بھی ایک فعل قبیح

لیکن عام مزاج وہی تھا جس کی نشاندہی سورۂ نحل میں کی گئی ہے۔یہ مزاج، ایک دو افراد کی شخصی کوششوں سے کہاں بدلنے والا تھا، ہاں! اسلام کی جب بہار آئی تو اس نے ظلم وشقاوت کے سارے بادلوں کو چھانٹ کر رکھ دیا اور لڑکیوں کو حقیر سمجھنے اور ان کو زندہ درگور کرنے کی سختی سے ممانعت کر دی گئی۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ”اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَیکُم عُقُوقَ الوَالِدَینِ وَعَزلَ البَنَاتِ الخ“ (متفق علیہ ۱۰)

اللہ نے تم پر والدین کی نافرمانی اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا حرام فرمایا ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ”عزل“ کو بھی سورۂ تکویر کی مذکورہ آیت کے تحت رکھا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے ”عزل“ کے بارے میں دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ذَالِکَ الوَلَدُ الخَفِیُّ۔

یہ داد خفی ہے، (یعنی یہ بھی ایک طرح کا زندہ درگور کرنا ہے اگرچہ ہلکے درجہ کا سہی) اس کے بعد آپ نے سورۂ تکویر کی مذکورہ آیت ”وَاِذَا المَوْءُدَةُ سُئِلَتْ الخ“ تلاوت فرمائی کہ یہ فعل شنیع اس آیت کے تحت آتا ہے۔

لڑکیوں کی پرورش جہنم سے نجات کا ذریعہ

عرب میں زمانۂ جاہلیت میں لڑکیوں کے ساتھ جو برا سلوک ہو رہا تھا اور عام طور پر پوری دنیا میں لڑکیاں جس طرح ذلیل وحقیر سمجھی جا رہی تھیں، اسلام نے ان حالات کو دیکھ کر لڑکیوں کی دیکھ بھال، پرورش و پرداخت اور ان کو ظلم وستم سے بچانے کے لئے خصوصی ہدایات دیں، لڑکیوں کی پرورش و پرداخت کو اجر وثواب اور حصول جنت کا ذریعہ قرار دیا، اور ہر طرح سے ان کی عزت اور ان کے مقام کو بلند کیا۔

”عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَائَتْنِی اِمْرَأَةٌ مَعَهَا اِبْنَتَانِ لَهَا تَسْأَلُنِی فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِی غَیْرَ تَمْرَةٍ وَاحِدَةٍ، فَاَعْطَیْتُهَا اِیَّاهَا فَقَسَّمَتْ بَیْنَ اِبْنَتَیْهَا وَلَمْ تَأْکُلْ مِنْهَا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهُ فَقَالَ مَنِ ابْتُلِیَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَیْئٍ فَاَحْسَنَ اِلَیْهِنَّ کُنَّ لَهُ سَتْرًا مِنَ النَّارِ.“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت آئی جس کے ساتھ دو لڑکیاں تھیں، اس نے مجھ سے کچھ مانگا، اس وقت میرے پاس صرف ایک کھجور تھی جو میں نے اسے دے دی، اس نے اس کھجور کے دو ٹکڑے کئے اور دونوں

ٹکڑے دونوں بیٹیوں کے درمیان تقسیم کر دی۔خود اس میں سے کچھ نہیں کھایا، پھر وہ اٹھی اور چلی گئی تھوڑی دیر میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، تو میں نے پورا واقعہ سنایا، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جس کو ان لڑکیوں میں سے کسی کے ذریعہ آزمایا گیا پس اس نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو وہ لڑکیاں اس کیلئے جہنم سے آڑ بن جائیں گی۔

دوسری حدیث میں ہے۔''مَنْ عَالَ جَارِیَتَیْنِ حَتّٰی تَبْلُغَا جَاءَ ھُوَیَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَنَا وَھُوَ ھٰکَذَا وَضَمَّ اَصَابِعَہٗ'' جس نے بالغ ہونے تک دو لڑکیوں کی پرورش کی وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا، یہ کہہ کر حضور ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ملایا کہ جس طرح سے انگلیاں قریب ہیں اس طرح وہ شخص میرے قریب ہوگا۔

ایک اور حدیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ ایک لڑکی کی پرورش پر بھی جنت کا وعدہ ہے۔

لڑکیوں کی تعلیم وتربیت دخول جنت کا سبب

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا.''مَنْ عَالَ ثَلَاثَ بَنَاتٍ اَوْمِثْلَھُنَّ مِنَ الْاَخَوَاتِ فَاَدَّبَھُنَّ وَرَحِمَھُنَّ حَتّٰی یُغْنِیَھُنَّ اللّٰہُ اَوْجَبَ لَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ فَقَالَ رَجُلٌ یَّا رَسُوْلُ اللّٰہِ اَوِاثْنَتَیْنِ قَالَ اَوِاثْنَتَیْنِ حَتّٰی لَوْقَالُوا اَوْوَاحِدَۃً لَقَالَ وَاحِدَۃً.'' جو شخص تین بیٹیاں یا ان کے مثل تین بہنوں کی پرورش کرے، ان کو ادب سکھائے اور ان پر شفقت کرے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو بے پروا کر دے (مثلاً ان کی شادی ہو جائے) اس کیلئے اللہ تعالیٰ جنت واجب کر دیتا ہے۔ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول! اگر دو ہوں تو بھی، آپ نے فرمایا اگر دو ہوں تب بھی حتیٰ کہ اگر صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے اگر ایک ہو تو بھی، تو یقیناً آپ فرماتے اگر ایک ہو تو بھی۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ہی دوسری روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا''مَنْ کَانَتْ لَہٗ اُنْثٰی فَلَمْ یُئِدْھَا وَلَمْ یُھِنْھَا وَلَمْ یُؤْثِرْ وَلَدَہٗ عَلَیْھَا یَعْنِی الذُّکُوْرَ اَدْخَلَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ.''

جس کی لڑکی ہو اس نے اسے نہ زندہ دفن کیا اور نہ اس کی تذلیل وتوہین کی۔نہ لڑکے کو لڑکی پر ترجیح دی، اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

مطلقہ بیوہ بیٹی پر خرچ کرنا سب سے بڑا صدقہ

ایک اور حدیث جو کہ سراقہ ابن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے مطلقہ لڑکی کے اخراجات برداشت کرنے کو افضل صدقہ فرمایا ہے۔ارشاد فرماتے ہیں۔

''اَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی اَفْضَلِ الصَّدَقَۃِ اِبْنَتِکَ مَرْدُوْدَۃٌ اِلَیْکَ لَیْسَ لَھَا .''

کیا تمہیں افضل صدقہ نہ بتاؤں؟ سنو! تمہارا اس لڑکی پر خرچ کرنا افضل ہے، جو تمہارے پاس واپس آگئی ہو اور تمہارے علاوہ اس کا کوئی کمانے والا نہ ہو۔امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ولادت کے آداب کے تحت رقم طراز ہیں۔

پہلا ادب یہ ہے کہ لڑکے کی پیدائش پر زیادہ خوش نہ ہو اور نہ لڑکی کی پیدائش پر غمگین ہو، اسے کیا معلوم کہ اس کے حق میں دنیا وآخرت کے لحاظ سے لڑکا بہتر ہے یا لڑکی۔ بہت سے لڑکے والے تمنا کرتے دیکھے گئے ہیں کہ کاش ہمارے یہاں لڑکی پیدا ہوئی ہوتی یا ہم بے اولاد ہی رہتے تو اچھا تھا۔

غور کیا جائے تو لڑکیاں اتنی تکلیف نہیں پہنچاتیں جتنی تکلیف لڑکے پہنچاتے ہیں، اس کے برعکس لڑکیوں میں خدمت گذاری کا جذبہ زیادہ ہوتا ہے، وہ جب تک باپ کے یہاں رہتی ہیں باپ کی خدمت کرتی ہیں اور جب شوہر کے گھر جاتی ہیں تو شوہر کی خدمت کرتی ہیں۔ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی

بیٹھا ہوا تھا جس کے کئی لڑکیاں تھیں، اس نے ان کی موت کی تمنا ظاہر کی، حضرت ابن عمر بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ ان کا رزق کیا تم دیتے ہو؟

اسلامی تعلیمات کا نتیجہ

لڑکیوں کے متعلق اسلامی تعلیمات کا اثر یہ پڑا کہ وہی عرب جو زمانہ جاہلیت میں بیٹی کو باعث ننگ وعار سمجھتے تھے، بیٹیوں کی پرورش وپرداخت اپنے اوپر بار اور بوجھ سمجھتے تھے، بیٹیوں کی پرورش کے لئے بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگے اور ایک ایک لڑکی کے پالنے کے لئے کئی کئی افراد تیار ہو جاتے۔ چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کی پرورش کے لئے تین صحابی تیار ہوئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے واپس ہونے لگے تو سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کہنے لگی میں بھی ساتھ جاؤں گی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کی پرورش میں کروں گا کیوں کہ میرے چچا کی بیٹی ہے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کی پرورش میں کروں گا کیوں کہ میرے بھائی کی بیٹی ہے (آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا تھا حقیقی بھائی مراد نہیں) حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس بچی کی پرورش میں کروں گا کیوں کہ اس بچی کی خالہ میرے نکاح میں ہے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دیا اور فرمایا کہ ''اَلْخَالَۃُ بِمَنْزِلَۃِ الْاُمِّ'' خالہ ماں کے درجہ میں ہے اور حضرت علی وزید بن حارثہ رضی اللہ عنہم کو راضی اور خوش کیا۔ غور کرنے کا مقام ہے وہی عرب جو لڑکیوں کو زندہ درگور کرتے تھے وہ لڑکیوں کی پرورش کے لئے کس طرح آگے بڑھ رہے ہیں۔ اللہ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

☆☆☆

عورت کے
سماجی معاشی اور تعلیمی حقوق

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِیْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ یُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ . وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ . اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

میری عزیز اور محترم ماؤں! آج ایک اہم موضوع پر میں آپ سے لب کشا ہونا چاہتا ہوں وہ عورتوں کے سماجی معاشی اور تعلیمی حقوق ہیں مذہب اسلامی نے صنف

نازک پر کیا کیا احسانات کئے اس کے لئے قبل از اسلام عورتوں پر کئے جانے والے مظالم کا غور سے مطالعہ کریں بڑے ہی دکھ اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اسلام سے پہلے عورتوں کی حیثیت گھریلو استعمال کی چیزوں جیسی تھی چوپایوں کی طرح عورتوں کی خرید وفروخت ہوا کرتی تھی شادی بیاہ میں کسی قسم کا کوئی اختیار نہ تھا عورتوں کے اولیاء نے جس کے ساتھ بیاہ دیا اس کے پاس جانا پڑتا تھا خواہ وہ اس کو پسند کریں یا نہ کریں عورت کو اپنے اعزہ واقرباء کی میراث میں کوئی حق نہ تھا بلکہ یہ خود مال میراث کی طرح دوسرے رشتہ دار کے اختیار میں چلی جاتی تھی عورت کسی چیز کی مالک نہیں ہوا کرتی تھی اور جو چیزیں عورت کی ملکیت تصور کی جاتی تھیں ان میں بھی شوہر کی اجازت کے بغیر تصرف کرنے کا کوئی حق نہ تھا اور شوہر عورت کے مال کو جہاں چاہتا خرچ کرتا اس کے لئے عورت کی اجازت کی بھی چنداں ضرورت نہ تھی، یورپ کے وہ ممالک جو آج دنیا کے متمدن ممالک شمار کئے جاتے ہیں ان میں بعض لوگ اس حد تک پہونچے ہوئے تھے کہ عورت کے انسان ہونے کو تسلیم نہ کرتے تھے۔

عورتیں اقوام عالم کی نظر میں

عورت کیلئے دین ومذہب میں بھی کوئی حصہ نہ تھا نہ اس کو عبادت کے قابل سمجھا جاتا تھا نہ جنت کے، روما کی بعض مجلسوں میں یہ طے کیا گیا کہ وہ ایک ناپاک جانور ہے جس میں روح نہیں حتی کہ باپ کے لئے لڑکی کا قتل یا زندہ درگور کرنا کوئی عیب اور گناہ نہ تھا بلکہ یہ شرافت کی نشانی اور بلندی کا معیار تصور کیا جاتا تھا اور شوہر کے مرجانے پر عورت کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں تھا۔ رسول اکرم ﷺ کی ولادت کے بعد اور نبوت سے پہلے ۵۸۶ء میں فرانس نے عورتوں پر بڑا احسان کیا کہ بہت اختلافات کے بعد یہ قرار داد پاس ہوئی کہ عورت ہے تو انسان مگر وہ صرف مرد کی

خدمت کے لئے پیدا کی گئی الغرض پوری دنیا میں بسنے والی تمام اقوام ومذاہب نے عورت کے ساتھ اس طرح برتاؤ کیا کہ جس کوسن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، بیچاری عورت کیلئے نہ کہیں عقل ودانش سے کام لیا جاتا نہ عدل وانصاف سے۔

قربان جایئے رحمۃ اللعالمین ﷺ پر اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین حق پر جس نے دنیا کی آنکھیں کھولیں انسان کو انسان کی قدر کرنا سکھایا عدل وانصاف کا قانون جاری کیا، عورتوں کے حقوق مردوں پر ایسے ہی لازم کئے جیسے کہ مردوں کے حقوق عورتوں پر۔

عورت کے تمدنی حقوق

اسلام نے عورت کی حرمت مکمل طور پر تسلیم کی۔ اس کی شخصی آزادی کو ہر قسم کی زیادتی سے محفوظ رکھنے کے لئے مختلف احکام جاری کیے اور زبردستی عورت کے مالک بننے اور اسے ظلم وستم کا نشانہ بنانے کی قطعی ممانعت کردی اور حکم دیا۔ ”اے ایمان والو! تمہارے لیے جائز نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ“ (النساء)

اسلام نے عورت کو انتخاب زوج کا حق بھی عطا کیا۔ سرور کائنات ﷺ نے اس سلسلے میں عام اصول بنادیا۔ جب تک بیوہ سے مشورہ نہ کیا جائے اس کا نکاح نہ کیا جائے اور جب تک کنواری لڑکی سے اجازت نہ لی جائے اس کا نکاح نہ کیا جائے۔

اسلام نے عورت کو انتخاب زوج کا حق عطا کرنے کے ساتھ یہ حق بھی عطا کیا کہ اگر وہ کسی وجہ سے شوہر سے نباہ نہ کرسکتی ہو تو وہ خلع حاصل کرسکتی ہے۔ اسلام سے پہلے کسی مذہب میں عورت کو یہ حق نہیں تھا کہ کسی کے نکاح میں آجانے کے بعد اس سے طلاق حاصل کرسکے۔ اس طرح تعلیمات نبوی ﷺ نے عورتوں کو جو وقار عطا کیا، تاریخ اسپین کے مصنف ڈاکٹر ہیلی نے اس کا یوں اعتراف کیا ہے۔ ”عیسائیوں نے عورت کے احترام کا سبق اسپین کے مسلمانوں سے سیکھا“۔

عورت کے معاشی حقوق

اسلام نے عورت کو معاشی حقوق بھی عطا کیئے۔معاشی مضبوطی ہی وہ چیز ہے جس کی بدولت تمدن میں کسی کا درجہ بلند ہوتا ہے۔رحمت اللعالمین ﷺ کے پیش کردہ نظام حیات کے سوا تمام نظام ہائے زندگی نے عورت کو معاشی حیثیت سے کمزور کیا ہے اوریہی معاشی بےبسی معاشرت میں اس کی غلامی کا سب سے بڑا سبب بنی۔

یورپ کی موجودہ تہذیب نے عورت کی اس بےبسی کو بدلنے کے لئے یہ طریقہ رائج کیا کہ اسے گھر یعنی اس کے اصل دائرہ کار سے نکال کر ایک کمانے والا فرد بنا دیا۔ دوسرے لفظوں میں عورت کی حیثیت میں اسے کچھ دینے کی بجائے اس کے نازک کندھوں پر مردوں کا بھاری بھرکم بوجھ لاددیا۔ جس سے بےشمار فتنوں اور خرابیوں نے جنم لیا۔لیکن اسلام نے اعتدال کا راستہ اختیار کرتے ہوئے عورت کی معاشی حالت مضبوط ومستحکم بنانے کے لئے مختلف تدابیر اختیار کیں جن میں سرفہرست حق وراثت ہے۔طلوع اسلام سے قبل دنیا کے کسی مذہب میں عورت کو حق وراثت حاصل نہ تھا۔ ہندوؤں کے قانون کے مطابق جب پڑپوتے تک کوئی اولادنرینہ موجود ہو بیٹی وارث نہیں ہوسکتی کیوں کہ جملہ آریہ قوموں میں اولادنرینہ کوعورتوں پر ترجیح حاصل ہے۔ (دھرم شاستر)

یہود کے قانون وراثت کی رو سے اگر کسی میت کا لڑکا نہ ہوتو وراثت پوتے کے لئے ہے اوراگر پوتا بھی نہ ہوتو اس صورت میں وارث (میت) کی بیٹی ہوگی۔اگر بیٹی بھی نہ ہوتو بیٹی کی اولاد وراثت کی مالک ہوگی۔ ہندوؤں اور عیسائیوں میں عورت شوہر کی ملکیت تصور ہوتی ہے۔اس کی جائداد شوہر کی ملکیت بن جاتی ہے۔البتہ یہودیوں میں وہ اپنے مہر کی مالک بنتی ہے۔مگر کسی اور چیز کی مالک نہیں بن سکتی۔

اس کے برعکس اسلام نے عورت کو وراثت کے وسیع حقوق عطا فرمائے سورۃ النساء آیت نمبر ۷ میں ارشاد ہوا ''اور عورتوں کے لئے بھی اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہے''

دنیا کی نام نہاد ترقی یافتہ اقوام نے عورت کے حق میراث کو انیسویں صدی عیسوی تک تسلیم نہ کیا تھا۔ جب کہ اسلام نے ساتویں صدی میں اس کو عملی شکل دی، مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''پردہ'' میں اس ضمن میں لکھتے ہیں۔ ''وہ (اسلام) عورت کو وراثت کے وسیع حقوق دیتا ہے۔باپ سے شوہر سے اولاد سے اور دوسرے قریبی رشتہ داروں سے اس کو وراثت ملتی ہے۔نیز شوہر سے اس کو مہر بھی ملتا ہے اور ان تمام ذرائع سے جو کچھ مال اس کو پہنچتا ہے اس میں ملکیت اور قبض وتصرف کے پورے حقوق اسے دیئے گئے ہیں۔جن میں مداخلت کا اختیار نہ اس کے باپ کو حاصل ہے نہ شوہر کو نہ کسی اور کو،مزید برآں اگر وہ کسی تجارت میں روپیہ لگا کر یا خود محنت کر کے کچھ کمائے تو اس کی مالک بھی کلیتہً وہی ہے اوران سب کے باوجود اس کا نفقہ ہر حال میں اسکے شوہر پر واجب ہے۔بیوی خواہ کتنی ہی مالدار کیوں نہ ہو اس کا شوہر اس کے نفقہ سے بری الذمہ نہیں ہوسکتا۔اسی طرح اسلام میں عورت کی معاشی حیثیت اتنی مستحکم ہوگئی ہے کہ بسا اوقات وہ مرد سے زیادہ بہتر حالت میں ہوتی ہے''۔

عورت کا حق تعلیم

طلوع اسلام سے قبل تعلیم صرف استبداد پسند قبائل اور طبقہ اغنیا تک محدود تھی، دوسروں کو اس کا مستحق نہیں سمجھا جاتا تھا۔

ہندو مذہب میں ویدوں کی تعلیم کا دروازہ عورت کے لئے بند تھا۔شاہ انگلستان ہنری ہشتم نے تو ان کے لئے مذہبی تعلیم حاصل کرنا قانوناً ممنوع قرار دیا تھا اور اس کی

پارلیمنٹ نے اس کے متعلق باقاعدہ قانون بنا رکھا تھا چوں کہ: ”عورت ایک ناپاک حیوان ہے اس لیے اس عہد نامہ جدید یعنی انجیل مقدس پڑھنے کی اجازت نہیں ہے کیوں کہ وہ اپنے مطالعہ سے اسے ناپاک کردے گی“۔

اسلام دنیا کا پہلا مذہب ہے جس نے یہ قید اڑادی اور اس نے مرد کی طرح عورت کے لئے بھی خواہ وہ شہری ہو یا دیہاتی، امیر ہو یا غریب تعلیم کا حاصل کرنا فرض عین قرار دیا جیسا کہ اس ارشاد نبوی ﷺ سے ظاہر ہے: ”علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر فرض ہے“۔

حضور اقدس ﷺ سے دین واخلاق کی تعلیم جس طرح مرد حاصل کرتے تھے اسی طرح عورتیں بھی اس کے حصول کیلئے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں، اس مقصد کیلئے حضور ﷺ نے خاص وقت مقرر کر رکھا تھا۔ ازواج مطہرات بھی بطور معلمات خدمات انجام دیتی تھیں۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بطور معلّمہ ایک بلند مقام حاصل تھا۔ خواتین کے علاوہ بڑے بڑے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی ان سے قرآن وحدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے تو لونڈیوں تک کو علم کی نعمت سے بہرہ ور کرنے کا حکم دیا اور فرمایا ”جس شخص کے پاس کوئی لونڈی ہو وہ اس کو خوب تعلیم دے اور عمدہ تہذیب وشائستگی سکھائے۔ پھر اس کو آزاد کر کے اس سے شادی کرے اس کے لئے دوہرا اجر ہوگا۔

عورتوں کی تعلیم وتربیت کی اہمیت کے پیش نظر شریعت نے انہیں جمعہ اور عیدین کے اجتماعات میں شرکت کی اجازت دی۔

خود حضور اکرم ﷺ کو عورتوں کی تعلیم وتذکیر کا اس درجہ خیال رہتا کہ اگر کسی وقت آپ محسوس فرماتے کہ آپ ﷺ اپنی بات ان کے گوش گزار نہیں کر سکے تو دوبارہ

ان کے قریب پہنچ کر وعظ وتلقین فرماتے۔ کبھی کبھی حضور ﷺ ان کو تعلیم دینے کیلئے علیحدہ مواقع بھی عطا فرماتے حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے: ”عورتوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا آپ ﷺ کے دربار میں ہمیشہ مردوں کا ہجوم رہتا ہے لہٰذا آپ ﷺ ہمارے لئے الگ ایک دن مقرر کیجئے۔ چنانچہ آپ ﷺ ایک دن متعین کر کے انکے پاس تشریف لے گئے اور وعظ ونصیحت فرمائی“ (بخاری) کبھی ایسا بھی ہوتا کہ حضور اکرم ﷺ تعلیم وتذکیر کی اس خدمت پر اپنے کسی نمائندہ کو مامور فرماتے۔ (ابوداؤد)

ایمان وعمل کا یکساں معیار

اسلام نے مرد عورت کو ایک ہی درجہ کے انسان قرار دیا۔ سورۃ النساء کی پہلی آیت میں ارشاد ہوا: ”اللہ نے تم سب کو ایک نفس سے پیدا کیا اور اسی کی جنس سے اس کے جوڑے کو پیدا کیا“۔

اس لئے ایمان اور عمل صالح کے ساتھ روحانی ترقی کے جو درجات مرد کو مل سکتے ہیں وہی عورت کے لئے بھی کھلے ہیں۔ مرد اگر ابراہیم بن ادھم بن سکتا ہے تو عورت کو بھی رابعہ بصری بننے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ سورۃ آل عمران میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ”ان کے رب نے ان کی دعا کے جواب میں فرمایا کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہ کروں گا۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت“۔ اسلام نے صاف اور غیر مبہم الفاظ میں واضح کر دیا کہ عزت وذلت کا معیار سیرت واخلاق ہے جو اس کسوٹی پر جتنا کھرا ثابت ہوگا اتنا ہی خدا کی نگاہ میں قابل قدر اور مستحق اکرام ہوگا۔ خالق کائنات کی طرف سے یہ سوال نہیں کیا جائے گا کہ تمہارا تعلق کس صنف انسانی سے تھا۔ سورۃ نساء میں فرمایا ”اور جو کوئی بھی نیک عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت ان کے مقام رفیع کو بیان کرتے ہوئے واضح فرمادیا گیا کہ کامیابی کا جو معیار مرد کے لئے

ہے وہی معیار عورت کے لئے بھی ہے۔اس معیار کو پورا کیے بغیر نہ مرد اپنی منزل کو پاسکتا ہے اور نہ عورت۔ ارشاد ہوا:''بالیقین جو مرد اور عورتیں مسلم ہیں، مومن ہیں مطیع فرمانبردار ہیں، راست باز ہیں، صابر ہیں، اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں۔صدقہ دینے والے ہیں، روزہ رکھنے والے ہیں۔اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مغفرت اور بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے''۔اس کے برعکس دیگر مذاہب عورت کی جس طرح تذلیل کرتے ہیں اس کا اندازہ مسٹر لیکی کی کتاب ''اخلاق یورپ'' میں بیان کردہ مسیحی عقیدے سے ہوتا ہے۔''عورت جہنم کا دروازہ ہے اور تمام آفات بشری کا باعث ہے اسے اپنے آپ کو ذلیل سمجھنے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ عورت ہے''

عورت کے ساتھ حسن سلوک کا حق

اسلام نے عورت پر یہ احسان بھی کیا کہ اس کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید فرمائی، اسلام نے مرد کو بھی خبردار کیا اور عورت میں بھی احساس پیدا کیا کہ جس طرح اس کے فرائض ہیں ویسے ہی اس کے حقوق بھی ہیں۔

اسلام نے عورت کا اتنا بلند مقام عطا کیا کہ ایک آدمی کی فضیلت کا معیار یہ قرار دیا گیا کہ وہ اپنے عیال کے لئے اچھا ہے۔

محسن انسانیت ﷺ کا ارشاد ہے''تم میں اچھے لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے ہیں اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ لطف ومہربانی کا سلوک کرنے والے ہیں'' والدہ کے قدموں کے نیچے جنت قرار دے کر عورت کو وہ مقام عطا کیا جو کسی اور مذہب نے نہیں دیا۔شوہر کو بیوی پر اختیارات اسلام نے عطا کیے ہیں۔ان کے استعمال میں حسن سلوک اور فیاضانہ برتاؤ کی ہدایت کی گئی ہے۔سورۂ بقرہ میں ارشاد

ہے''عورتوں کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرو'' مزید ارشاد ربانی ہے:''آپس کے تعلقات میں فیاضی کو نہ بھول جاؤ''۔

اللہ تعالیٰ اسلام کے ایک ایک حکم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

عورتوں کے حقوق

سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ ۔ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ۔ اَمَّابَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، وَلَھُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْھِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم.

عزت مآب میری ماؤں اور بہنو! میں اپنے ناقص مطالعہ اور تھوڑی بہت علم سے شغف رکھنے کی وجہ سے یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ اسلام نے عورتوں پر جس قدر

احسان کیا قبل از اسلام کی مظلوم زمانہ اور ستم رسیدہ خواتین نے اس کا تصور اور خیال بھی نہ کیا ہوگا کہ عورت کو بھی کوئی حق حاصل ہوگا لیکن عالم نسوانیت پر یہ اسلام کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے عورتوں کو مردوں کی طرح حقوق، مراعات عطا کئے حجۃ الوداع کے موقع پر آپ علیہ السلام نے فرمایا لوگو! عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو بلا شبہ تم نے ان کو اللہ کی پناہ میں لیا ہے اور اللہ کے کلمہ کی وجہ سے تم نے ان کی شرمگاہوں کو حلال سمجھا تمہارے لئے ان پر یہ حق ہے کہ جن کو تم ناپسند کرتے وہ تمہارے بستروں پر ان کو آنے نہ دیں اور اگر ایسا کر ہی بیٹھیں تو اتنا مار سکتے ہو کہ نشان نہ پڑے اور انکا تمہارے اوپر حق یہ ہے کہ ان کو کھانا اور کپڑا دو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں کامل ایمان والا وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اور اپنی بیوی سے خوب محبت کرنے والا ہو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھیں تو میرا اور آپ ﷺ کا دوڑ میں مقابلہ ہوا میں آپ ﷺ سے آگے بڑھ گئی پھر جب میرا بدن بھاری ہوگیا تو دوبارہ دوڑ میں مقابلہ کیا تو آپ ﷺ سبقت کر گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اس جیت کے مقابلہ میں ہے۔

ان احادیث سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے عورتوں کے ساتھ حسن معاشرت پر کتنا اہتمام فرمایا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں تم کو عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کرنے کی تاکید کرتا ہوں وہ ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور پسلیوں میں اوپر والا حصہ سب سے زیادہ ٹیڑھا ہے اگر تم اس کو سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے وہ ٹوٹ جائے گی اور اگر چھوڑ دو گے تو اسی طرح ٹیڑھی رہے گی اس لئے اس کے ٹیڑھے پن کے ساتھ ہی اس سے فائدہ اٹھاتے رہو۔

اسلام سے قبل عورت کو ستی کر دیا جاتا تھا

حضورانور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے وقت پورا عالم اور خاص کر جزیرۂ نماعرب گہری تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا چہار طرف فسق وفجور، جہالت وگمراہی اور وحشت وبربریت کا دور دورہ تھا، تہذیب، اخلاق ،امن ،انصاف اور محبت واخوت کا دور دور تک نام ونشان نہ تھا حقوق انسانی بے دردی سے پامال کئے جارہے تھے، جہالت وگمراہی کا سب سے بڑا نشانہ عورت کی ذات بنی ہوئی تھی ،لڑکیاں پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کردی جاتی تھیں،عورتوں کو پیر کی خاک سے بھی بدتر سمجھا جاتا تھا ایک ایک مرد اپنے پاس لا تعداد عورتیں جمع کر لیتا تھا اور موت کے بعد یہ تمام عورتیں مال وجائیداد کی طرح ترکہ کے طور پر اس کی اولاد میں تقسیم ہو جاتی تھیں عورت کا نہ تو ماں باپ کی وراثت میں حق تھا، نہ ہی شوہر کے مال واسباب میں اور اس وقت عالم عرب پر ہی کیا موقوف پوری عالم انسانیت اسی بے راہ روی اور گمراہی کا شکار بنی سسک رہی تھیں۔ پوری دنیا میں بیٹیوں کا پیدا ہونا نحوست وادبار کی علامت شمار کیا جاتا تھا۔ مغرب میں تو عورت کے قتل کا جرم بھی قابل سزا نہ تھا، ایران میں دوقسم کی بیویاں پائی جاتی تھیں پہلی قسم اس سے محروم تھی، وہاں بیویوں اور ان کی اولاد کا جائیداد وترکہ میں حصہ تھا مگر دوسری قسم اس سے محروم تھی، وہاں بیویاں بغیر کسی قباحت کے آپس میں تبدیل کرلی جاتی تھیں۔ ایرانی قانون نے غلام اور عورتوں کو ایک ہی سطح پر رکھ چھوڑا تھا، خود ہندوستان میں عورتوں کیلئے یہ قانون نافذ تھا کہ اگر کوئی عورت صرف لڑکیاں پیدا کرے تو اس سے رشتہ ازدواج منقطع کرلیا جائے، یہاں اونچی ذات کے لوگ عام لوگوں سے کہیں زیادہ عورتیں رکھنے کے حقدار تھے، عورتوں کو ان کے خاوندوں کے مردہ جسموں کے ساتھ زندہ نذر آتش کردیا جاتا تھا۔ ''ستی'' کی اس رسم کو مذہبی روایت کا درجہ حاصل تھا۔

حقوق نسواں کے لحاظ سے اس بدتر اور تاریک دور میں حضرت محمد ﷺ ہادی برحق اور رحمت عالم ﷺ بن کر دنیا میں تشریف لائے اور آپ ﷺ نے عورت کو معاشرہ میں ایک اہم مقام عطا کر کے معاشرہ کا قابل احترام حصہ قرار دیا۔

حقوق نسواں اور اقوال نبوی

رسول پاک ﷺ نے واضح طور پر فرمایا:

- ماں (کی حیثیت سے عورت) کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔
- تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو عورتوں کے حق میں بہتر ہے۔
- دنیا کی اعلیٰ ترین نعمت ایک نیک اور صالح بیوی ہے۔
- لڑکیوں سے نفرت نہ کرو میں خود لڑکیوں کا باپ ہوں۔
- جس کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو فرشتے سلام کرتے ہیں اور لڑکی کو اپنے پروں کے سایہ میں لے لیتے ہیں اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس ناتواں وکمزور جان کی جو شخص پرورش کرے گا قیامت کے دن خدائے پاک اس کا مددگار ہوگا۔
- جس شخص نے بیٹیوں کی جوانی تک پرورش کی تو روز قیامت وہ اور میں دو ملی ہوئی انگلیوں کی طرح ساتھ ہوں گے۔
- صرف اتنا ہی نہیں بلکہ رسول خدا ﷺ نے عورت کو طلاق لینے کا حقدار بنایا، اسے باپ بھائی اور شوہر کے لئے باعث ثواب بتایا، اسے باپ بھائی اور شوہر کے ترکہ میں حصہ کی خوشخبری سنائی، مہر کو عورت کا حق قرار دیا اور سب سے بڑھ کر انسانیت کی تاریخ میں پہلی مرتبہ عورت کو ایک ذمہ دار اور قابل احترام ہستی قرار دیا، مگر اسی کے ساتھ عورت کو نسوانیت سے ہٹنے نہ دیا بچوں کی پرورش وتعلیم کے ساتھ گھر کا اسی کو محافظ

بنایا۔حضور ﷺ نے عورتوں کو آرائش وزیبائش کی بھی تعلیم دی، آپ ﷺ ان قریشی عورتوں پر اکثر فخر فرمایا کرتے تھے جو اپنا گھر بار سلیقہ اور خوش اسلوبی سے چلاتی تھیں۔
حضرت ام سنان رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ''جب میں مسلمان ہوئی تو نبی ﷺ نے میرے ہاتھوں میں مہندی اور چوڑیاں نہ دیکھ کر فرمایا کہ تم عورتوں کے لئے کچھ مشکل نہیں کہ اپنے پیراہن رنگ لیا کرو اور ہاتھوں میں چوڑیاں پہن لیا کرو خواہ وہ چمڑے ہی کی ہوں''۔آج دعویٰ کیا جاتا ہے کہ مغربی تہذیب وتمدن میں عورتوں کے حقوق کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے اور ان کو پوری آزادی حاصل ہے مگر مغرب میں عورت کی آزادی کا ایک تاریک پہلو یہ ہے کہ عورت دن بدن اپنی نسوانی خصوصیات اور دلکشی کھوتی جارہی ہے مردوں کے مشاغل اور طور طریقے اختیار کرکے عورت نہ تو عورت رہی اور نہ ہی مرد بن سکی ہے بلکہ اپنی تمام فطری رعنائیوں کو گنواں بیٹھی ہے۔حضور پاک ﷺ نے عورت کو بہت کچھ عطا کیا اور عورت ہی رہنے دیا یہ بھی آپ ﷺ کا معمولی احسان نہیں۔

حقوق نسواں اور کردار نبوی ﷺ

کردار نبوی ﷺ کے آئینے میں جب حقوق نسواں کا جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنی عملی زندگی سے اس پہلو کو مزید نکھارا ہے آپ ﷺ کی سیرت کا ایک معمولی طالب علم بھی آپ ﷺ کی ازدواجی زندگی کی ضیاء پاشی سے اپنی نظریں چرا نہیں سکتا مختصراً چند واقعات عرض کرتا ہوں۔

حضور ﷺ کے گھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اہمیت

ایک مرتبہ حضور ﷺ کی خدمت میں کہیں سے دعوت کی اطلاع آئی آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی آئیں گی میزبان کو تامل ہوا تو آپ ﷺ

نے دعوت قبول نہ فرمائی، یہی معاملہ دو مرتبہ پیش آیا، تیسری مرتبہ میزبان نے آپ ﷺ کی شرط منظور کرلی تو آپ ﷺ نے دعوت قبول فرمائی، اس اصرار کے پس پشت آپ ﷺ کا یہ جذبہ کارفرما تھا کہ اس دن گھر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کیلئے کھانے کو کچھ نہ تھا اسلئے آپ ﷺ کی غیرت نے تنہا دعوت قبول کرنا گوارہ نہیں کیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی عقل مندی

صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش مکہ سے آپ ﷺ نے جن شرائط پر صلح فرمائی، ان سے اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم مطمئن نہ تھے، آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ اب حج کا ارادہ موقوف کیا جائے، سب اپنے احرام کھول کر قربانیوں سے فارغ ہو جائیں، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جواب میں خاموشی اختیار کی اور احرام نہیں کھولے تو آپ ﷺ متفکر ہو کر خیمہ میں تشریف لے گئے اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اس واقعہ کی شکایت کی، انہوں نے مشورہ دیا کہ پہلے آپ خود احرام کھول کر اپنا اونٹ ذبح کرلیں پھر دیکھئے اللہ تعالیٰ کیا کرتا ہے، نبی کریم ﷺ نے ایسا ہی کیا چنانچہ تمام صحابہ نے آپ ﷺ کی تقلید کی۔اور ایک اہم مسئلہ ام المومنین کی فراست سے حل ہوگیا۔

حضور ﷺ ازواج مطہرات سے مذاق فرماتے

پیغمبر اسلام علیہ السلام نے میاں بیوی کے درمیان خوشگوار تعلقات پر زور دیا ہے۔آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ اپنی بیوی کو خاموش ورنجیدہ دیکھ کر دل بہلانے والی شگفتہ گفتگو کرو، نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اکثر ایسے مواقع پر ازواج مطہرات سے مذاق اور ان کا دل بہلایا، ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مذاقاً دوڑ کی شرط لگائی جس میں وہ آگے نکل گئیں کافی عرصہ بعد

دوسری مرتبہ پھر ایسا ہی ہوا تو حضور پاک ﷺ آگے نکل گئے اس وقت آپ نے فرمایا کہ چلو پچھلی مرتبہ تم جیت گئی تھی تو اس بار میں، حساب برابر ہو گیا۔

حضور ﷺ کی مسکراہٹ

ایک مرتبہ آپ ﷺ عورتوں سے محو گفتگو تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگئے عورتیں ان کی آواز سن کر پردہ میں ہو گئیں تو حضور ﷺ مسکرادیئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی مسکراہٹ پر کھل پڑے اور عورتوں سے کہا کہ تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم نبی ﷺ سے بلند آواز سے گفتگو کرتی ہو اور مجھ سے بھاگتی ہو عورتوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سختی اور حضور ﷺ کی نرمی کی طرف اشارہ کیا جس پر ایک بار پھر حضور ﷺ مسکرادیئے۔

سرور دو عالم نبی اکرم ﷺ کے عورتوں پر خصوصی احسانات ہیں اگر آپ ﷺ عورتوں کے بارے میں مسلسل حسن سلوک کی تاکید نہ فرماتے تو عورت کو یہ مقام کبھی میسر نہ آتا، آپ ﷺ نے اپنے آخری خطبہ ''حجۃ الوداع'' کے موقع پر عورتوں کی بابت صراحت سے فرمایا۔

عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت

''میں تم کو عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی خاص وصیت کرتا ہوں تم میری اس وصیت کو یاد رکھنا دیکھو وہ تمہاری نگرانی میں اور تمہارے قبضہ میں ہیں''۔

دنیا میں عام انسان اپنی خانگی زندگی کو راز میں رکھنا پسند کرتے ہیں۔لیکن محمد ﷺ کا یہ اعجاز ہے کہ آپ کی طرف سے اس کی عام اجازت بلکہ ترغیب تھی کہ اندرون خانہ کے حالات کو بھی عام کیا جائے اور اس کی پیروی ہو، یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ذاتی زندگی کی عام تفصیلات سب کو معلوم ہیں، ان کے مطالعہ سے معلوم

ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کسی عام انسان کی طرح گھر میں رہتے وہ گھریلو کام جو عام انسان کرتے ہیں آپ بھی بلا تکلف اپنے گھر میں کرلیا کرتے تھے حتیٰ کہ اگر کپڑوں میں جوئیں ہو جاتیں تو ان کو بھی نکال لیتے تھے، اپنی بکری کا دودھ دوہ لیا کرتے تھے، ایک روایت میں آتا ہے کہ اپنے کپڑوں میں پیوند خود لگا لیتے تھے اور جوتا درست کر لیتے اپنے اہل خانہ کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے، گھر والوں کے ساتھ نہایت اخلاق ونرمی سے پیش آتے۔

حضور ﷺ بیٹی سے محبت فرماتے

اسی طرح نبی پاک ﷺ کو اپنی بیٹیوں کے ساتھ غیر معمولی محبت تھی اور ان کے ساتھ شفقت کا معاملہ فرماتے تھے، آپ ﷺ کی لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں حدیث کی کتابوں میں یہ واقعہ ملتا ہے کہ جب وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو رسول پاک پیش قدمی فرما کر استقبال کرتے، ان کو اپنی جگہ بٹھاتے، دوسری صاحبزادیوں کے ساتھ بھی آپ کا رویہ یہی تھا۔حاصل کلام یہ ہے کہ حضور ﷺ کی حیات طیبہ کا کوئی پہلو ایسا نہیں جو عام انسانوں کے لئے مشعل راہ نہ ہوتا، عورتوں کے ساتھ آپ کا حسن سلوک تو اس قابل ہے کہ دوسری اقوام کے ساتھ اہل اسلام بھی اس کو پیش کریں اور عمل پیرا ہوں تاکہ ان پر اپنی عورتوں کے ساتھ بدسلوکی کا جو الزام جاتا ہے یا معاشرتی مسائل میں مسلمانوں سے عام غفلت ہو رہی ہے اس کا سد باب ہو سکے۔

اسلام نے حق تلفی کو ختم کیا

اسلام واحد ایسا مذہب ہے جس میں ہر کسی کے حقوق واضح انداز میں بیان کئے گئے ہیں اور حق تلفی کرنے والوں کے لئے سخت سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔لیکن انسان

کی یہ خاصیت ہے کہ جو چیز انہیں بآسانی مل جائے اس کی قدر ومنزلت کم ہو جاتی ہے، کبھی کبھی یہ اعتراض بھی سننے کو ملتا ہے کہ اسلام نے عورتوں کو وہ حق اور آزادی نہیں دی جس کی حق دار وہ ہیں۔ اصل میں ایسی الجھن پیدا کرنے کی بنیادی وجہ اسلامی تعلیم کا فقدان ہے۔ اسلام ہی دنیا کا واحد ایسا مذہب ہے جس نے عورتوں کو عزت دی اور ان کے سماجی زندگی کو بہتر بنایا۔ اسلام سے قبل پوری دنیا انتشار کا شکار تھی۔ اس عہد میں خواتین عموماً اور عرب معاشرے میں خصوصاً سخت آزمائش کے دور سے گزر رہی تھیں۔ عرب کے لوگ لڑکیوں کی پیدائش کو سخت ناپسند کرتے تھے، یہاں تک کہ کچھ ظالم ایسے بھی تھے جو اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے اور کچھ لوگ ان کی تربیت وکفالت سے دست بردار ہو کر انہیں ذلت ورسوائی کی زندگی گزارنے پر مجبور کر دیتے تھے۔ اگر کوئی عورت بچ جاتی تو اسے نہایت ہی اہانت آمیز زندگی گزارنی پڑتی، انہیں اپنے اقربا کے دولت میں ترکہ بالکل ہی نہیں دیا جاتا تھا بلکہ وہ خود مالی میراث کی طرح وفات پانے والے شوہروں کے ورثہ میں تقسیم کر دی جاتیں تھیں۔

اسلام نے عورتوں پر ہونے والے مظالم کو ختم کیا

جب اسلام آیا تو اس نے عورتوں پر ہونے والے ظلم وزیادتی کے خلاف آواز بلند کی اور اس برائی کا خاتمہ کرتے ہوئے عورتوں کو وہ مقام ومرتبہ دیا جس کی واقعی وہ حقدار تھیں۔ اللہ کا فرمان ہے کہ انسان چاہے مرد ہو یا عورت دونوں کا درجہ مساوی ہے، اور اسی طرح اعمال پر جزاء اور سزا میں بھی دونوں برابر اور یکساں حیثیت رکھتے ہیں، قرآن میں ارشاد ہے۔ ”جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت اگر ایمان والا ہو تو ہم اس کو یقیناً نہایت بہتر زندگی عطا کریں گے اور ان کے اعمال کا بہتر بدلہ بھی انہیں ضرور دیں گے“۔ (النحل:۹۷) اللہ نے عورت کی اس حیثیت کو حرام قرار دیا ہے کہ

مرنے والے شوہر کے متروکہ مال میں اسے شمار کیا جائے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ”اے ایمان والو! تمہیں حلال نہیں کہ زبردستی عورتوں کو ورثے میں لے بیٹھو“ (سورۃ النساء، آیت ۱۹)۔ قرآن کی مذکورہ آیات سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام نے جنسی اعتبار سے کسی کو برتری نہیں دی اصل میں ایمان کا دارومدار نیت پر ہے، جو اچھا کرے گا وہ عورت ہو یا مرد اسے جزا اور انعامات سے نوازا جائے گا۔ اسلام نے عورتوں کو ہر میدان میں مساوی حقوق سے نوازا ہے جہاں تک مقام ومرتبہ کا تعلق ہے تو اللہ کے نزدیک دونوں برابر ہیں۔ اسلام سے قبل عورتوں کے ساتھ جو زیادتی ہوتی تھی اس کو ختم کرتے ہوئے اس بات کی بھی وضاحت کر دی گئی کہ رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اپنی کسی ضرورت یا مفاد کی خاطر اپنے بچوں کو مت مارو کیوں کہ اللہ ہی تمہاری اور تمہارے بچوں کی ضروریات کو پورا کرنے والا ہے۔

جہیز لینا حرام ہے

اسلام میں جہیز لینا اور دینا دونوں حرام ہے، ہاں اس بات کی اجازت ہے کہ لڑکی کے والدین بنا کسی دباؤ کے اپنی بیٹی کو کچھ دیں تو وہ لیا جا سکتا ہے اگر عورت نوکری کرتی ہے جس سے اس کی آمدنی ہوتی ہے۔ وہ اس کی اپنی جائیداد ہے شوہر اس سے اس کے پیسوں کا حساب نہیں لے سکتا بلکہ یہ شوہر کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بیوی اور بچوں کی دیکھ بھال کرے، یہاں تک کہ اگر خدانخواستہ کسی لڑکی کو طلاق ہو جائے تو دوران عدت شوہر خرچ کے پیسے دے گا۔

عورت کا اعزاز

قرآن میں عورتوں کو ”محصنہ“ کہا گیا ہے جس کا مطلب پاک اور پارسا بیوی کے ہیں جو اپنے شوہر کو برائیوں سے بچنے اور صراط مستقیم پر چلنے میں مدد دے

گی۔اسلام نے عورتوں کو کیسا مرتبہ اور کیسی بلندی عطا کی ہے اس بات کا اندازہ ہم صرف اس سے لگا سکتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں عورتوں کے مرتبہ کا ذکر بار بار ملتا ہے یہی نہیں حضور پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ ماں کے قدموں تلے جنت ہے یعنی جو کوئی بھی مرد ہو یا عورت اپنی ماں کی خدمت کرے گا اسے جنت میں جگہ ملے گی، صحیح بخاری اور مسلم کی ایک روایت ہے کہ کسی شخص نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ اللہ کے رسول ہماری محبت اور رقابت کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری ''ماں'' پھر پوچھا ''پھر کون'' آپ ﷺ نے فرمایا ''تمہاری ماں'' اسی طرح جب اس شخص نے چوتھی بار پوچھا تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ''تمہارا باپ'' (بخاری ومسلم) اس حدیث پاک سے بھی عورتوں کی عظمت کا علم ہو جاتا ہے، اسلام نے یہاں عورتوں کو مردوں پر فوقیت دی ہے، ہمارے پیار ومحبت کی حقدار ہماری ماں ہے مگر باپ بھی ہماری محبت وپیار کے پورے حقدار ہیں۔

عورت کو تعلیم یافتہ بنانا

اسلام میں مرد وعورت دونوں کو تعلیم حاصل کرنے کو کہا گیا ہے، حضور پاک ﷺ نے والدین کو حکم دیا کہ وہ اپنی اولاد کو بالخصوص لڑکیوں کو مذہبی علوم سے ضرور آراستہ کریں۔خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ازواج مطہرہ میں سے حضور ﷺ کی سب سے چہیتی بیوی ہیں وہ عالم تھیں ان کا علم صرف مذہبی نہیں تھا بلکہ انہیں طب کی بھی اچھی خاصی جانکاری تھی، عرب کی عورتوں کو جب بھی کوئی مسئلہ درپیش ہوتا وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رجوع کرتی تھیں۔

حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''ہم لوگوں کو جب بھی دین کے معاملے میں کوئی دشواری پیش آتی ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رجوع کیا کرتے تھے'' مذکورہ

باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام نے عورتوں کو علم حاصل کرنے سے منع نہیں کیا، تعلیمی میدان میں بھی عورتوں کو مرد کے برابر حق ملا ہے بلکہ عورتوں کا تعلیم حاصل کرنا زیادہ ضروری ہے کیوں کہ بچے کی پہلی درس گاہ ماں کی گود ہی ہے مگر چوں کہ عورتوں کو پردہ میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے اس لئے ہمیں غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ عورتیں بھلا پردہ میں رہ کر کیسے تعلیم حاصل کر سکتی ہیں۔

اسلام میں مرد اور عورت برابر

اسلامی قانون کے مطابق مرد اور عورت دونوں برابر ہیں، شریعت عورت ومرد کی زندگی اور ان کے جائیداد کی پوری حفاظت کرتی ہے، اور گنہگاروں کے لئے ایک جیسی سزائیں بھی مقرر کر رکھی ہیں۔مثلاً کسی مرد نے یا کسی عورت نے قتل کیا تو قانون کی نظر میں دونوں برابر ہیں۔اسلام میں عورتوں اور مردوں کو برابر اہمیت دی گئی ہے اور محض جنس کے اعتبار سے جنت یا جہنم کا فیصلہ نہیں ہوگا یہی نہیں اگر مقتول کے وارث نے قاتل کو معاف کر دیا تو اسلامی قانون کے مطابق اس قاتل کو بخش دیا جانا چاہئے۔اسلام نے عورتوں کی گواہی کو آج سے ۱۴۳۲ برس قبل ہی منظوری دی جب کہ ہمارے یہاں ایسی آزادی موجودہ عہد میں ملی، اسلام نے صرف ان کی گواہی کو تسلیم ہی نہیں کیا بلکہ قانون سازی میں بھی ان کی شرکت کو منظوری دی۔

جیسا کہ ایک بار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیٹھے مہر کی مقدار مقرر کر رہے تھے کہ زیادہ سے زیادہ کتنا مہر ہو؟ تبھی ایک خاتون کھڑی ہوئیں اور سورۃ النساء کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ جب اللہ پاک نے مہر کی مقدار مقرر نہیں کی

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کون ہوتے ہیں مہر کی مقدار متعین کرنے والے؟ یہ سنتے ہی عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا سبحان اللہ عمر سے زیادہ تو مدینہ کی عورت ہی واقف ہے فرمایا عورت جو بول رہی ہے وہ سچ ہے۔اس واقعہ سے ایک اور بات کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ اسلام نے عورتوں کو بولنے کی آزادی بھی دی ہے۔

دنیوی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم بھی دلوائیں

اسلام میں عورتوں کا مقام ومرتبہ مردوں کے برابر ہے، اسلام نے ایک ایسا نظام زندگی بتایا ہے جو ہمارے لئے آسان بھی ہے اور بہتر بھی لیکن اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت کبھی کبھی ہمارے لئے پریشانی پیدا کر دیتی ہے، اس لئے ضروری ہے کہ بچوں کو ڈاکٹر انجینئر اور وکیل بنانے کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات سے بھی آراستہ کیا جائے تاکہ آنے والی نسل کو کوئی دشواری شریعت پر عمل کرنے میں پیش نہ آئے۔

آج مغربی ممالک یورپ وامریکہ نے مساوات کا نعرہ لگا کر ہر ہر مقام پر عورتوں کو مردوں کے ساتھ لا کھڑا کیا اس سے عورتوں کے اندر بے حیائی وبے شرمی عروج پر پہونچ گئی ہے کوئی بھی مجلس کوئی بھی پروگرام عورتوں کی شرکت کے بغیر نا تمام اور غیر مکمل رہتا ہے اس کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ لڑکے آوارہ ہو رہے ہیں ان کی تربیت صحیح طور پر نہیں ہو رہی ہے، اسلام نے عورت کو گھر کی ملکہ اور رانی بنایا تھا مگر افسوس کہ مغرب نے مساوات کا ڈھنڈورہ پیٹ کر اس کو غلام اور باندی کی صف میں لا کھڑا کیا اللہ تعالیٰ میری ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کی حفاظت فرمائے اور اسلامی احکام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

حضرت ماشطہ رضی اللہ عنہا کی شہادت

ہمارے لئے ایمانی سبق

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُه. اَمَّابَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ، صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

عزت مآب اسلامی ماؤں اور بہنو! تاریخ گواہ ہے کہ ایک خدا کی پرستش کرنے والے حق پرستوں کو لات وعزی کے پجاریوں کی طرف سے مصائب ومشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے اللہ کے برگزیدہ اور مخلص بندوں کو شیطان کے چیلوں چپاٹوں کی طرف سے سخت اذیتیں اور تکلیفیں دی گئیں بالآخر حق کا بول بالا ہوا اور باطل کو اپنے منہ کی کھانی پڑی عام لوگوں کا کیا ذکر اللہ کے معصوم اور مقدس بندے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ تکالیف کی انتہا کر دی اور بعض کو تو شہید کر ڈالا ابتدائے اسلام میں صحابہ کرام کو کون سی تکلیف نہیں اٹھانی پڑی خواتین ہی کو لے لیجیے اسلام کی خاطر اپنا خون عزیز بہانے والی سب سے پہلی معزز خاتون حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا ہیں جو ابوجہل کی برچھی کھا کر شہید ہوئیں ان کے علاوہ زنیرہ نہدیہ ام عبیس اور بہت سی خواتین ہیں جن کو اسلام قبول کرنے کی پاداش میں ایسی سخت سزائیں دی گئیں کہ جن کو سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں یہ کمزور خواتین تھیں جو دوسروں کی ملکیت میں تھیں جب ان کے آقا ان کو مارتے مارتے تھک جاتے تو دوسروں کے حوالے کر دیتے ان کو عرب کی تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر سینے پر گرم پتھر رکھ دیئے جاتے تھے لیکن قربان جایئے ان کی ثابت قدمی پر جہاں بڑے بڑے بہادروں کے پائے استقلال میں جنبش آجاتی ہے وہاں یہ کمزور خواتین پہاڑ کی طرح ثابت قدم ہیں اور اپنے ایمان اور اسلام کو محفوظ رکھا اور دنیا کی چند روزہ عارضی تکالیف کو برداشت کر کے اللہ رب العزت کی دائمی اور نہ ختم ہونے والی جنت میں اپنا ٹھکانا بنالیا۔

میں تمہارا سب سے بڑا پروردگار ہوں

یوں تو اپنے دین وایمان کی خاطر جان دینے والی بہت سی خواتین ہیں لیکن بعض کی شہادت ایسے طریقہ پر ہوئی کہ صدیاں گذر جانے کے بعد بھی تاریخ نے انہیں

باقی رکھا انھیں سعادت مند خواتین میں سے حضرت ماشطہ رضی اللہ عنہا ہیں آپ سب کو معلوم ہوگا کہ مصر میں ایک ظالم وجابر حکمراں تھا جس کو فرعون کہا جاتا ہے جو اپنے کو رب ہی نہیں بلکہ ربکم الاعلیٰ (تمہارا سب سے بڑا رب) کہلواتا تھا اور سب لوگوں کو اپنی پوجا کرانے پر مجبور کرتا تھا اگر کسی نے انکار کیا تو اس کو بڑی ہی دردناک سزا دیا کرتا تھا اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کو اس کی طرف بھیجا کہ ایک خدا کی پرستش کر جو ساری مخلوق کا رب ہے لیکن اس ظالم نے اپنی خدائی اور اقتدار کے غرور میں خدا کے معزز وبرگزیدہ بندوں کی بات ٹھکرا دیا اور دائمی شقاوت وبدبختی اس کے لئے مقدر ہوگئی کچھ اللہ کے مخصوص بندے اور بندیاں ایسی بھی تھیں جنھوں نے اسلام قبول کیا انھیں میں سے خود فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا بھی ہیں اور حضرت ماشطہ رضی اللہ عنہا جن کی شہادت کا واقعہ میں سنانے جارہا ہوں۔

فرعون کی نرینہ اولاد نہیں تھی

مسند احمد میں صحابی رسولؐ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، جسے امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے، بعض دیگر کتب میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ اللہ کے رسول محمد ﷺ جب معراج پر گئے وہاں جنت کی سیر کر رہے تھے کہ آپ نے بڑی عمدہ خوشبو محسوس کی، اس خوشبو کے بارے میں آپ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتلایا: ’’یہ خوشبو ماشطہ رضی اللہ عنہا اور اس کی اولاد کی طرف سے آرہی ہے جو فرعون کی بیٹی کو کنگھی کیا کرتی تھی‘‘۔

قارئین کرام! معروف تو یہی ہے کہ فرعون اولاد سے محروم تھا، یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جو صندوق میں بند ایک شیرخوار بچے تھے اور وہ صندوق دریائے نیل

کی موجوں پر بہتا ہوا اس جگہ کنارے آ کر لگا جہاں فرعون کا محل تھا تو جب اسے پکڑ کر کھولا گیا تو انتہائی خوبصورت بچہ نکلا جو انگوٹھا چوس رہا تھا۔فرعون نے اسے قتل کرنا چاہا مگر اس کی بیوی، مصر کی ملکہ آسیہ نے کہا: ''وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَکَ. لَا تَقْتُلُوْهُ عَسٰى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ.''

ترجمہ: فرعون کی بیوی نے کہا ''یہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے لہٰذا اسے قتل نہ کر، ہوسکتا ہے کہ (بڑا ہوکر) یہ ہمیں نفع پہنچائے یا پھر ہم اسے بیٹا ہی بنالیں۔(وہ یہ باتیں کر رہے تھے لیکن مستقبل کے بارے میں) نہیں جانتے تھے کہ (یہ کیا کرے گا)''۔

جی ہاں! قرآن کے اس بیان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ فرعون کے پاس اولاد نہیں تھی، لیکن حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیٹی موجود تھی۔ یہاں یہ بات سمجھنے کی ہے کہ قرآن کے فرمان کا مطلب اب یہ لیا جائے گا کہ فرعون کے پاس نرینہ اولاد نہ تھی البتہ بیٹی موجود تھی لہٰذا ننھے موسیٰ علیہ السلام کو اولاد نرینہ کے طور پر، بیٹے کی حیثیت سے محل میں پالا گیا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس وقت تو کسی قسم کی اولاد نہ ہو البتہ ننھے موسیٰ علیہ السلام کو بیٹا بنانے کے بعد فرعون کے گھر میں بیٹی پیدا ہوگئی ہو اب یہ بیٹی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھی یا فرعون کی کسی اور بیوی کے بطن سے تھی، یہ اللہ ہی بہتر جانتے ہیں۔

بے ساختہ نکلا بسم اللہ

بہر حال درمیان میں اس وضاحت کے بعد آگے قصہ اس طرح ہے جو حضرت جبرئیل عؑ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت کی سیر کرواتے ہوئے اس وقت بتلایا جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا خوشبو تو آ رہی ہے اور یہ ماشطہ رضی اللہ عنہا کے اعلیٰ مقام کی دلیل ہے مگر ماشطہ رضی اللہ عنہا کو یہ اعلیٰ مقام ملا کیسے؟ حضرت جبرئیل

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتلایا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ماشطہ رضی اللہ عنہا فرعون کی بیٹی کے سر میں کنگھی کر رہی تھی کہ کنگھی ماشطہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ سے گر پڑی۔ جونہی کنگھی گری ماشطہ رضی اللہ عنہا کی زبان سے بے ساختہ نکلا ''بسم اللہ'' اور ساتھ ہی کنگھی کو پکڑ لیا۔فرعون کی بیٹی کے لئے یہ ایک انوکھا اور نیا جملہ تھا لہٰذا اس نے فوراً پوچھا: یہ جو اللہ ہے کیا یہ میرا ہی باپ ہے کہ جس کا نام لے کر تم نے کنگھی کو اٹھایا ہے؟ ماشطہ رضی اللہ عنہا نے فوراً رد کرتے ہوئے کہا: ''بالکل نہیں! حقیقت یہ ہے کہ میری مراد وہ اللہ ہے جو میرا بھی رب ہے اور تیرے باپ فرعون کا بھی رب ہے۔'' فرعون کی بیٹی نے اس پر کہا: ''کیا میں اپنے ابا جی کو اسی طرح بتلا دوں؟'' ماشطہ رضی اللہ عنہا نے فوراً کہا: ''بتلا دو۔''

چنانچہ بیٹی نے اپنے باپ فرعون کو یہ سارا واقعہ بتلا دیا۔فرعون نے ماشطہ رضی اللہ عنہا کو طلب کرلیا، وہ جب حاضر ہوگئی تو فرعون نے ماشطہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کر کے کہا: ''کیا میرے علاوہ بھی تیرا کوئی رب ہے؟''

امی جان کود جاؤ

محترم خواتین! حضرت ماشطہ نے کہا کہ رب تو وحدہٗ لاشریک ہے، اور تو جھوٹا خدا ہے۔بس پھر کیا تھا، فرعون آگ بگولا ہوگیا اور اس قدر غضب میں آیا کہ حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بتلانے کے مطابق اس نے تانبے کا ایک بہت بڑا برتن لانے کا حکم دیا، اسے آگ پر رکھ کر آگ ہی کی طرح دہکا دیا گیا اور پھر ماشطہ رضی اللہ عنہا اور اس کے بچوں کو اس کڑاہے میں پھینکنے کا حکم دیا گیا، اس دوران ماشطہ رضی اللہ عنہا فرعون سے مخاطب ہوئیں اور کہا: ''میری ایک خواہش ہے؟''

فرعون نے پوچھا ''کیا خواہش ہے؟'' ماشطہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''خواہش یہ کہ میری اور میرے بچوں کی ہڈیوں کو ایک کپڑے میں جمع کیا جائے اور دفن کر دیا جائے۔''

فرعون نے کہا: ''تمہارے اس خواہش کو پورا کرنا ہمارے ذمہ رہا۔''

اس کے بعد حضرت ماشطہ رضی اللہ عنہا کے بچوں کو ایک ایک کر کے آگ کے کڑاہے میں پھینکنے کا فرعون نے حکم دیا۔ چنانچہ ایک ایک کر کے ماشطہ رضی اللہ عنہا کے بچوں کو پھینکا گیا۔ جب آخر میں شیر خوار بچہ رہ گیا تو اس وقت ماشطہ رضی اللہ عنہا اپنے بچے کی وجہ سے پس وپیش کرنے لگی۔ بچہ فوراً بول پڑا: ''امی جان! کود جاؤ دنیا کی تکلیف آخرت کے عذاب کے مقابلے بہت ہلکی ہے۔'' چنانچہ ماشطہ رضی اللہ عنہا نے چھلانگ لگا دی۔

حضرت ماشطہ رضی اللہ عنہا کی دلیری

سامعین کرام! غور کیجئے جو اللہ کی جنت ہے وہ تو ہمہ وقت خوشبوؤں سے معطر ہے۔ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جنت میں موجود ہیں، پھر ایک بڑی عمدہ خوشبو محسوس کرتے ہیں تو حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بتلاتے ہیں کہ یہ تو ماشطہ رضی اللہ عنہا اور اس کے بچوں کے محلات کی طرف سے آرہی ہے اور پھر ماشطہ رضی اللہ عنہا کا پورا قصہ سنا دیتے ہیں۔ اللہ اکبر! یہ بلند و بالا مقام ایسے نہیں مل جاتے، ذرا حضرت ماشطہ رضی اللہ عنہا کی دلیری تو دیکھئے کہ ایک گھریلو ملازمہ ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت توحید کو قبول کر لیتی ہیں۔ ایمان ان کے دل میں تھا مگر چھپائے ہوئے تھیں، آخر وہ خوشبو کب تک چھپی رہتی، ایک روز ظاہر ہوگئی..... اور جب ظاہر ہوگئی تو حضرت ماشطہ رضی اللہ عنہا دلیر ہو گئیں، فرعون کے سامنے ڈٹ گئیں۔

اللہ اللہ اس مرحلہ پر

اللہ! اللہ..... ذرا غور تو کیجئے کہ سامنے دیو ہیکل کڑاہا تپ رہا ہے۔ بعض نے کہا ہے اس میں تیل تھا۔ کڑاہے میں ابلتے ہوئے جوش مار رہا ہے، ماشطہ رضی اللہ عنہا کو بچوں

سمیت ایک لائن میں کھڑا کیا گیا ہے۔ فرعون خود موجود ہے۔ حضرت ماشطہ رضی اللہ عنہا کی ممتا کو، تکلیف دینے کے لئے اس کے دل کو تیل والے کڑاہے میں جلانے سے پہلے ہی جلا دیا جاتا ہے۔ اس دل کی جلن کا کیا حال ہوگا جب اس کا لخت جگر فرعون کے اہلکاروں کے ہاتھوں کڑاہے میں پھینکا جا رہا ہوگا۔ کمال ایمان کی طاقت تھی کہ ماں اپنے مولا کی محبت میں سب کچھ کھڑی برداشت کیے جا رہی تھی...... لیکن جب دودھ پیتے دل کے ٹکڑے کی باری آئی، جو چھاتی سے لگا ہوا تھا، ماں کا دودھ پی رہا تھا، ماں نے اسے چھپا رکھا تھا کہ بچہ اس منظر کو نہ دیکھے، اسے گرم ہوا بھی نہ لگے۔ یقیناً ماشطہ رضی اللہ عنہا کی چادر اور بازوؤں نے معصوم بچے کو چھاتی کے سائے میں چمٹا کر محفوظ کر رکھا ہوگا۔ آخر کب تک؟ باری تو آہی گئی، یہ بڑا مشکل مرحلہ تھا، حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جو لفظ ہیں وہ یوں منظر کشی کرتے ہیں: (تَقَاعَسَتْ مِنْ اَجَلِہٖ) بچے کی وجہ سے ماشطہ رضی اللہ عنہا پس وپیش کرنے لگی، پیچھے ہٹنے لگی، فرعون کی پولیس کے اہلکار اپنے ہاتھوں کو ماشطہ رضی اللہ عنہا کے بچے کی طرف بڑھا رہے تھے اور ماشطہ رضی اللہ عنہا اپنا جگر پارہ بھلا کیسے ان کے حوالے کر دے؟ ماشطہ رضی اللہ عنہا کے قدم لڑکھڑا گئے ماں کی ممتا کی ٹانگیں کپکپا گئیں...... اللہ اللہ! اس مرحلے پر، انتہائی مشکل گھڑی میں......امتحان کی آخری منزل پر اب اللہ کی مدد آئی، بچے کو بولنے کی طاقت ملی اور بچے نے کہا: (یَا اُمُّ اقْتَحِمِیْ) اے ماں! یہ وقت سوچنے کا نہیں ہے، سوچنا چھوڑ دے، بس جلدی کر، کڑاہے میں کود جا، چھلانگ لگا دے اور پھر قبل اس کے کہ اہلکار بچے کو پکڑتے، وہ تو سن کر حیران ہو گئے اور ماں ماشطہ رضی اللہ عنہا نے بچے سمیت چھلانگ لگا دی۔

جی ہاں! چھلانگ لگا دی...... اور اگلے ہی لمحہ یہ پورا خاندان جنت الفردوس میں تھا، اللہ کی مہمان نوازی کے مزے لے رہا تھا۔ سینکڑوں صدیوں بعد جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جنت کی سیر کو گئے تو ماشطہ رضی اللہ عنہا اور

اس کے بچوں کے محلات سے جو خوشبو اٹھی اسے سونگھ کر رسول کریم ﷺ بھی عش عش کرا ٹھے۔کیا بات ہے ماشطہ رضی اللہ عنہا کے نصیبوں کی ......لیکن یہ نصیب جاگتے ہیں، اس کیلئے جو اللہ کی وحدانیت کیلئے قربانی پیش کرتا ہے،توحید کیلئے قربانی پیش کرنے والا ہی ولی ہوتا ہے۔

حضرت ماشطہ رضی اللہ عنہا کی ولایت کے کیا کہنے

سبحان اللہ! حضرت ماشطہ رضی اللہ عنہا کی ولایت کے کیا کہنے کہ ان کی قربانی اور شہادت کا قصہ حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان کرتے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ سنتے ہیں اور جہاں یہ قصہ بیان ہوا ہے وہ مقام اللہ کی جنت ہے ...... لو میری بہنو! ہم نے جنت کی فضاؤں میں بیان ہونے والا واقعہ آپ کو زمین پر سنا دیا ہے۔

اسلام کے لئے ہر طرح کی قربانی کا جذبہ رکھنا چاہئے

میری پیاری ماؤں اور بہنو! قرآن کریم جگہ جگہ گذرے ہوئے لوگوں کے واقعات بیان کر کے یہ کہتا ہے ”فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ“ اے عقل والو! نصیحت قبول کرو عقلمند وہی ہے جو واقعات کو سن کر اس سے نصیحت حاصل کرے تاریخ کا مقصد درحقیقت یہی ہوتا ہے کہ گذرے ہوئے لوگوں کے پر پیچ مسائل سے نصیحت اخذ کرنا کہ انھوں نے اپنی زندگی میں جو کارنامے انجام دیئے ان کے کیا نتائج برآمد ہوئے اگر ان کے نتائج اچھے رہے تو ہم کو ایسے کارنامے انجام دینے چاہئے اور اگر ان کے نتائج برے رہے تو ایسے کاموں سے اپنے آپ کو دور رکھیں اس لئے ہم کو ایسی تاریخ کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہئے جن میں گذری ہوئی معزز ہستیوں کے اچھے اچھے کارنامے ذکر کئے گئے ہوں تاکہ ان کے اچھے اثرات ہمارے قلوب پر پڑیں

حضرت ماشطہ رضی اللہ عنہا کی دردناک شہادت میں ہماری ماؤں بہنوں کے لئے بڑی نصیحتیں ہیں کہ ہم بھی اسلام کے لئے ہر طرح کی قربانی دینے کے لئے تیار رہیں لیکن افسوس اس بات پر ہے کہ ہمارے اندر اتنا بھی جذبہ نہیں کہ ہم اسلام کے ارکان بھی صحیح طور پر انجام دے سکیں ٹھنڈیوں میں گرم گرم بستروں کو چھوڑ کر نماز کے لئے اٹھنا ہمارے لئے بے انتہا مشکل ہے زیورات سے اس قدر محبت ہے کہ زکوۃ جو فریضہ خداوندی ہے وہ بھی ہم سے ادا نہیں ہوتا ہے شوہروں کے حقوق کی ادائیگی اور اس کی رضامندی کی چنداں فکر نہیں جب کہ بے شمار حدیثیں شوہروں کی اطاعت وفرمانبرداری اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے لئے وارد ہوئی ہیں، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورت پنج وقتہ نماز پڑھے اور مہینہ بھر کے روزے رکھے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو جنت میں داخل ہوگی۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں عورت پر سب سے زیادہ حق اس کے شوہر کا ہے اللہ شوہروں کی اطاعت اور اسلامی احکام پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

خواتین کی ملازمت
شریعت کی روشنی میں

اَلسَّلامُ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلۡحَمۡدُلِلّٰهِ نَحۡمَدُهٗ وَنَسۡتَعِيۡنُهٗ وَنَسۡتَغۡفِرُهٗ وَنُؤۡمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيۡهِ وَنَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَيِّئَاتِ اَعۡمَالِنَا مَنۡ يَّهۡدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنۡ يُّضۡلِلۡهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ . وَنَشۡهَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَا شَرِيۡكَ لَهٗ وَنَشۡهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّدًا عَبۡدُهٗ وَرَسُوۡلُهٗ .اَمَّابَعۡدُ! فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ o بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ، اَسۡكِنُوۡهُنَّ مِنۡ حَيۡثُ سَكَنۡتُمۡ مِّنۡ وُّجۡدِكُمۡ وَقَالَ تَعَالٰى وَعَاشِرُوۡهُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ، صَدَقَ اللّٰهُ الۡعَظِيۡمُ.

ان کو رہنے کے لئے گھر دو جہاں تم رہتے ہو اپنی وسعت کے مطابق، اور بیویوں کے ساتھ قاعدے کے مطابق زندگی گذارو۔

میری پیاری ماؤں اور بہنو! آج کی اس اہم مجلس میں میں خواتین کی ملازمت کے تعلق سے کچھ ضروری معروضات قرآن وحدیث کی روشنی میں پیش کرنا چاہتا ہوں شریعت اسلامیہ نے عورتوں کو کمانے کی ذمہ داری سے فارغ کردیا ہے اس کے پیدا ہونے سے لے کر شادی ہونے تک پوری ذمہ داری باپ کے کاندھوں پر ڈالی ہے جب شادی ہوگئی تو اس کے رہنے اور نفقہ کا ذمہ دار اس کا شوہر ہے اگر کسی وجہ سے شوہر سے علیحدگی ہوگئی تو بھی اس کا نان ونفقہ کچھ دنوں تک شوہر ہی کے ذمہ ہے اور جب تک دوسرا نکاح نہ ہو جائے اس عورت کا خرچ اور رہنے سہنے کا نظم باپ ہی کے ذمہ ہے بلاضرورت شدیدہ کے شریعت نے عورت کو کام کاج کے لئے باہر نکلنے کی اجازت نہیں دی ہے حجۃ الوداع کے موقع پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ''وَلَهُنَّ عَلَيۡكُمۡ رِزۡقُهُنَّ وَكِسۡوَتُهُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ'' اور عورتوں کے کھانے پینے اور رہنے کے لئے گھر کا نظم کرنا مردوں ہی کے ذمہ ہے اگر شوہر مجبور ہے تو شریعت نے عورت کو بدرجہ مجبوری اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ کمانے کے لئے گھر کے باہر جاسکتی ہے صحابیات میں اس کی بھی کچھ نظیریں ملتی ہیں جنھوں نے کسب معاش کے لئے تھوڑی بہت مشقتیں برداشت کیں۔

عورت کی ملازمت کے برے نتائج

لیکن آج مغرب کے طرز معاشرہ پر ایک عام فضا چل پڑی ہے جس طرح مرد کسب معاش کے لئے دوسروں کے یہاں ملازمت کرتا ہے اسی طرح عورتیں بھی کسب معاش کے لئے بے پردہ ہوکر آفسوں میں جا کر کام کرتی ہیں جہاں نامحرموں

سے اختلاط بات چیت اور بے حیائی و بے شرمی کے ناخوشگوار واقعات آئے دن اخبارات کی زینت بن رہے ہیں اور یہ سب نتیجہ ہے کہ اسلام کے احکامات کو پس پشت ڈالنے کا اور مغربی تہذیب وتمدن اوراس پر عمل پیرا ہونے کا ،اسلام کے جو اصول وضوابط آج سے چودہ سو سال پہلے بیان کر دیئے گئے ہیں آج اسی کو راہ عمل بنانے کی ضرورت ہے۔

قوانین اسلام فطرت انسانی کے موافق

دراصل اسلام ایک فطری مذہب ہے۔اس کے تمام اصول وقوانین انسانی فطرت سے ہم آہنگ ہیں۔ ہر چیز کے بارے میں اس کے احکام بالکل فطرت کے مطابق ہیں۔انسانی معاشرے کے لیے مرد وعورت کی حیثیت معاشرے کے اہم ترین افراد کی ہے۔ان کے بغیر معاشرے کا وجود نہیں ہوسکتا۔معاشرے کے ان اہم ترین افراد کے لیے شریعت اسلامیہ نے خاص حقوق وفرائض متعین کیے ہیں یہ حقوق وفرائض بھی انسانی فطرت سے مکمل طور سے ہم آہنگ ہیں۔

اولادِ آدم ہونے کی حیثیت سے مرد وعورت دونوں معاشرے میں مساوی حیثیت کے حامل ہیں۔اسی طرح بشری خواہشات،انسانی جذبات،غوروفکر اور ذہانت وذکاوت کی صلاحیت بھی دونوں میں موجود ہے لیکن جسمانی ساخت،مزاج وطبیعت اور قوت عمل یعنی محنت ومشقت کرنے کی صلاحیت میں دونوں میں بہت واضح فرق نظر آتا ہے۔

گھریلو ذمہ داری عورت کی

شریعت اسلامیہ نے اسی وجہ سے ان کی فطرت کے مطابق دونوں کی ذمہ داریوں میں فرق رکھا ہے۔مرد کی ذمہ داری میں خارجی امور دیے ہیں کہ وہ گھر سے

باہر کے تمام امور انجام دے،تمام معاشی معاملات مرد کے سپرد کیئے۔اپنا، بیوی، بچوں اوراس کی زیرنگرانی جولوگ ہیں ان کا نفقہ اوران کی معاشی کفالت مرد کے اوپر لازم کی، گھر کے اندر کے تمام امور خواتین کے سپرد کیئے کہ وہ گھر کو درست رکھیں،نظام خانہ داری سنبھالیں، بچوں کی پیدائش اوران کی پرورش سے متعلق تمام امور انجام دیں۔ان کی تعلیم وتربیت کی طرف توجہ دیں،شوہر کی خدمت کریں،اس کے آرام وآسائش کا خیال رکھیں، ذمہ داریوں کی یہ تقسیم مرد وعورت کی فطرت کے عین مطابق ہے۔

کسب معاش کی ذمہ داری مردوں کی

اس طرح اسلام نے کسب معاش کی ساری ذمہ داری مرد پر لازم کی ہے۔ خواتین کو کسب معاش کی دشوار گذار ذمہ داریوں سے یکسر بری رکھا ہے،ان کو صرف گھریلو ذمہ داریوں میں مشغول رکھا ہے۔ان کی صنفی نزاکت کی وجہ سے خانگی ذمہ داریوں میں مشغول رکھا ہے۔ان کی صنفی نزاکت کی وجہ سے خانگی ذمہ داریاں ہی ان کے لئے بہت کافی ہوتی ہیں، اگر وہ ان کو اچھی طرح انجام دیں تو اس کے بعد ان کے پاس خارجی کاموں کے لئے وقت باقی نہیں رہتا، عام حالات میں کسب معاش کی ذمہ داری اسلام نے عورتوں کے سر نہیں ڈالی بلکہ اس کو مردوں کے ذمہ رکھا ہے۔اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں حضرت آدم علیہ السلام کے تذکرہ میں فرماتا ہے:

”فَقُلْنَا يَا آدَمُ إِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى. (سورة طه ۱۱۷)“

ترجمہ:”ہم نے کہا کہ اے آدم! یہ (شیطان) تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے۔یہ تم دونوں کو جنت سے نہ نکلوادے تو پھر تم شقاوت (پریشانی اور مشقت) میں پڑ جاؤ گے۔“

امام قرطبی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ترجمہ: یہاں پر اللہ تعالیٰ نے صرف آدم علیہ السلام کو شقاوت کے ساتھ خاص کیا ہے (کہ تم شقاوت میں پڑ جاؤ گے) یہ نہیں فرمایا کہ تم دونوں شقاوت میں پڑ جاؤ گے۔ (یہاں پر شقاوت سے مراد دنیا کی پریشانیاں اور رزق کی فراہمی کے مسائل ہیں جو جنت میں نہیں تھے) اس سے ہم لوگوں کو یہ تعلیم دی جارہی ہے کہ (آدم تنہا پریشانی میں مبتلا اس لئے ہوں گے کہ ان پر اپنے ساتھ حوا کی ذمہ داری بھی ہوگی کیوں کہ) شوہر پر بیوی کا نفقہ لازم ہوتا ہے تو اس روز سے عورتوں کا نفقہ ان شوہروں پر لازم ہوگیا، جب حوا کا نفقہ حضرت آدم علیہ السلام پر ہوا تو حوا کی بیٹیوں کا نفقہ بھی زوجیت کی وجہ سے آدم کی اولاد پر لازم ہوا۔ (الجامع الاحکام القرآن للقرطبی)

عورتوں کے کندھوں پر کسب معاش شریعت نے نہیں رکھا

ہم دیکھتے ہیں کہ عورتوں کی زندگی کے چار حالات ہوتے ہیں۔

(۱) جب وہ بچی ہوں، غیر شادی شدہ ہوں۔

(۲) جب وہ شادی شدہ ہوں۔

(۳) جب وہ عمر دراز ہوں اور ان کی اولاد ہو۔

(۴) باپ، شوہر اور اولاد نہ ہو۔ بھائی یا کوئی دیگر رشتہ دار موجود ہوں۔ ان چاروں حالات میں ان کی معاش کا انتظام اسلام نے مردوں پر ہی رکھا ہے۔ عورتوں کو معاشی انتظام کی فکر سے بری الذمہ رکھا ہے۔

ان کی شادی سے پہلے ان کی معاش کا انتظام ان کے والد پر ہے۔ پیدائش کے بعد سے شادی تک لڑکیوں کے خرچ کی ذمہ داری ان کے والد پر شریعت نے لازم کی ہے۔ بچے بلوغ کے بعد اپنی کفالت خود کریں گے۔ ان کے بالغ ہوجانے کے بعد

ان کی معاشی ذمہ داری والد پر باقی نہیں رہتی لیکن لڑکیوں کی شادی تک ان کی ذمہ داری والد پر ہی رہتی ہے۔

شادی شدہ خواتین کی معاشی ضروریات کی تکمیل کی ذمہ داری اسلام نے خود اُن پر نہیں رکھی ہے بلکہ ان کے شوہروں پر رکھی ہے۔ حجۃ الوداع کے خطبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے حقوق کے سلسلے میں ارشاد فرمایا: ''وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ.'' (الصحیح للمسلم ۸/۳۹۷، السنن لأبی داؤد ۲۶۳ کتاب النابک)

''وَنَفْقَةُ الْمَرْأَةِ وَاجِبَةٌ عَلَى الزَوْجِ وَاِنْ مَرِضَتْ وَهٰذَا اِسْتِحْسَانٌ لِأَنَّ النِكَاحَ يَعْقِدُ الصِحَّةَ وَالْأُلْفَةَ.'' (المبسوط ۵/۱۸۹)

''تَجِبُ عَلَى الرَّجُلِ نَفْقَةُ امْرَأَتِهِ الْمُسْلِمَةِ وَالذِّمِّيَةِ وَالْفَقِيْرَةِ والغَنِيَّةِ دَخَلَ بِهَا أُوْلَمْ يَدْخُلْ كَانَتْ كَبِيْرَةً أُوْصَغِيْرَةً يُجَامِعُ مِثْلُهَا كَذَافِي فَتَاوىٰ قَاضِيْ خَان.'' (الهندية ۱/۵۴۴)

جب خواتین معمر ہو جائیں اور وہ صاحب ثروت نہ ہوں اور ان کی اولاد ہو تو ایسے وقت میں اسلام نے ان کی معاشی کفالت ان کی اولاد پر رکھی ہے۔ اولاد ہی ان کی معاشی ضروریات کی تکمیل کرے گی اور یہ اس کی ذمہ داری اور فریضہ ہے۔

جب خواتین کے والد، شوہر اور اولاد میں سے کوئی نہ ہوں تو اس وقت بھی خواتین کی معاشی ذمہ داری کا بوجھ خود ان کے ناتواں کاندھوں پر نہیں ڈالا گیا ہے بلکہ ایسے وقت میں انکے وارثین کو ان کی کفالت کا ذمہ دار بنایا گیا ہے۔ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَالِکَ'' (سورۃ البقرہ)

غرض عورتوں کی پوری حیات پر نظر ڈالیں، ہر حالت میں عورتوں کو ذمہ داری سے فارغ رکھا ہے، ان کے مختلف رشتہ داروں کو ان کی کفالت کا ذمہ دار بنایا ہے، کبھی باپ ذمہ دار ہوگا، کبھی شوہر ذمہ دار ہوگا، کبھی بیٹا

ذمہ دار ہوگا، کبھی دوسرے رشتہ دار ذمہ دار ہوں گے۔ عورتوں کی نازک صنف کی فطرت کے مطابق اسلام نے یہ فطری اصول متعین کئے ہیں۔

عورت کو بدرجہ مجبوری کسب معاش کی اجازت

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوکر سامنے آجاتی ہے کہ عام حالات میں عورتوں کا خود کسب معاش کرنا اور معاشی ضروریات کی تکمیل کے لئے خود گھر سے باہر نکلنا اور معاشی ذمہ داری اپنے کاندھوں پر لے لینا اسلام کی نظر میں پسندیدہ نہیں ہے۔ البتہ صراحت کے ساتھ اس سے منع نہیں کیا گیا ہے کیوں کہ بعض وقت ایسے حالات عورتوں پر آجاتے ہیں جب وہ خود کسب معاش کے لیے مجبور ہو جاتی ہیں۔ ایسی صورت میں اس کی اجازت ہوسکتی ہے۔

چنانچہ متعدد صحابیات کے بارے میں یہ ثابت ہے کہ وہ کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نکلتی تھیں اور اس سے واقفیت کے باوجود حضرت رسول اللہ ﷺ نے ان کو منع نہیں فرمایا، اس سلسلے میں ہم چند واقعات پیش کرتے ہیں جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں اور ان کو مستند محدثین نے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے۔ امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

میری خالہ کو طلاق واقع ہوگئی تو انہوں نے چاہا کہ اپنے کھجور کے باغ میں جاکر کھجور توڑا کریں (یعنی اس پر گذارا کریں) ایک شخص نے ان کو گھر سے نکلنے پر ڈانٹا تو وہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے پاس اس معاملہ کو لے کر آئیں، آپ ﷺ نے فرمایا۔ کیوں نہیں ہوسکتا ہے کہ (اس سے جو حاصل ہو اس میں سے) تم صدقہ کرو، یا اس سے کوئی خیر کا کام کرو۔ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خالہ کو جو مطلقہ ہوگئی تھیں حضرت رسول اللہ ﷺ نے کسب معاش کی اجازت دی

تھی کہ اپنے کھجور کے باغات میں جاکر کھجور کے درختوں کی دیکھ بھال اور پکنے کے بعد کھجور کے توڑنے کا انتظام خود کریں۔ ان کے لئے یہی کسب معاش تھا اور معاش کی کوئی دوسری صورت ان کے لئے نہ ہوگی۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا مشہور صحابیہ ہیں جو زبان نبوت سے ذات النطاقین کے لقب سے سرفراز تھیں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی بڑی بہن فرماتی ہیں: حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے شادی کی تو ان کے پاس کوئی مال یا غلام نہیں تھا۔ گھوڑے کے علاوہ کوئی چیز نہیں تھی۔ وہ کہتی ہیں کہ میں ان کے گھوڑے کو چارہ دیتی تو اس کی ذمہ داری کیلئے کافی ہو جاتی۔ (یعنی اس کی خدمت تنہا انجام دیتیں) گھوڑے کی دیکھ بھال کرتی، ان کی اونٹنی کیلئے کھجور کی گٹھلیوں کو باریک پیس لیتیں اور اس کو چارہ بنا کر دیتیں، پانی بھر کر لاتی اور ان کے ڈول کو سینچتی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو جو زمین حضرت رسول اللہ ﷺ نے بطور جاگیر دی تھی وہاں سے گٹھلیاں اپنے سر پر رکھ کر لاتی۔ وہ زمین دو تہائی فرسخ کے فاصلے پر ہے۔ کہتی ہیں کہ ایک روز میں وہاں سے آرہی تھی اور میرے سر پر گٹھلیاں تھیں۔ راستے میں حضرت رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوگئی، آپ کیساتھ کچھ صحابہ کرام بھی تھے۔ آپ نے مجھے (اس حال میں دیکھا تو) بلایا اور اونٹ کو بٹھانا چاہا تاکہ مجھے اونٹ پر اپنے پیچھے بٹھالیں مگر آپکے پیچھے بیٹھنے سے مجھے شرم محسوس ہوئی۔

حضرت زبیر حواریٔ رسول ہیں۔ وہ غزوات میں شرکت اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دوسرے معاملات میں مشغول رہنے کی وجہ سے گھر کی طرف پوری توجہ نہیں دے پاتے تھے تو گھر اور باہر کی ضروریات کے سبب کام ان کی زوجہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا خود انجام دیتی تھیں خصوصاً اس وقت جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ غزوات وغیرہ میں مدینہ منورہ سے باہر ہوتے۔

اس سے بھی یہ بات واضح ہوجاتا ہے کہ ضرورت کی وجہ سے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے خود ہی کسب معاش کی خدمت اپنے ذمہ لے لی تھی تاکہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس زیادہ وقت دیں اور اسلام کی خدمت میں مصروف رہیں۔اس سلسلے میں ان کو گھر سے باہر کافی دور جاکر کام کرنا پڑتا تھا۔رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس سے منع نہیں فرمایا بلکہ اپنے ساتھ سوار کر کے ساتھ لانے کی پیش کش کر کے آپ نے اس کی تائید فرمائی۔ان دونوں احادیث سے اور دوسری متعدد احادیث سے بھی بوقت ضرورت عورتوں کیلئے گھر سے باہر نکل کر کسب معاش کرنے کی اجازت ملتی ہے۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ رائطہ بھی اپنی ضروریات کی تکمیل کیلئے کسب معاش کرتی تھیں۔وہ صنعت وحرفت سے خوب واقفیت رکھتی تھیں۔

بلاضرورت عورت گھر سے باہر نہ نکلے

”فقہائے کرام نے بھی ضرورت کے وقت کسب معاش کے لئے گھر سے نکلنے کی اجازت خواتین کو دی ہیں۔جس کے شوہر کی وفات ہوجائے اور کوئی دوسرا اس کی معاشی کفالت کرنے والا موجود نہ ہو تو وہ عدت کے زمانے میں بھی کسب معاش کے لئے دن میں گھر سے باہر نکل سکتی ہے لیکن عدت کی وجہ سے رات میں اس کی گھر واپسی ضروری ہے۔“

یہ اجازت صرف ضرورت کے وقت ہے۔عام حالات میں ان کیلئے یہی حکم ہے کہ وہ بلاضرورت گھر سے باہر نہ نکلیں۔سیر وتفریح اور تماشا کیلئے بازاروں اور تفریح گاہوں میں بغیر پردہ کے پھرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے،کسی ضرورت کے بغیر گھر سے باہر قدم نکالنا خود کو شیطان کے روبرو کردینا ہے۔حدیث میں ہے کہ عورت پوشیدہ چیز ہے،جب وہ گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کے پیچھے لگ جاتا ہے۔

قرآن کریم میں حکم دیا گیا ہے کہ مسلمان عورتیں گھر سے باہر نکلنے کے وقت پردہ کے لئے چادر اوڑھ کر نکلیں۔

اے نبی! آپ اپنی بیٹیوں،لڑکیوں اور مسلمانوں کی بیویوں سے کہہ دیں کہ (گھر سے باہر نکلنے کے وقت) چادر اپنے اوپر ڈال لیا کریں۔

جنازے کی نماز میں شرکت اور قبرستان تک جنازے کو پہنچانا اور تدفین کرنا فرض کفایہ ہے مگر جنازے کے ساتھ جانے سے عورتوں کو منع کردیا گیا ہے۔یہ کام صرف مردوں کے سپرد کیا گیا ہے۔صحیح بخاری میں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے،وہ فرماتی ہیں۔”نُهِينَا عَنِ اتِّبَاعِ الجَنَائِزِ وَلَمْ يُلْزَمْ عَلَيْنَا“ (باب اتباع النساء الجنائز)

ہم لوگوں کو جنازے کے ساتھ جانے سے منع کردیا گیا ہے اور اس کو ہم پر لازم نہیں کیا گیا۔

عورتوں کے باہر نکلنے سے طرح طرح کے فتنے رونما ہوسکتے ہیں

اصل معاملہ فتنہ کے اندیشہ کا ہے جو گھر سے باہر نکلنے پر عورتوں کے ساتھ ہمیشہ لگا رہتا ہے۔اسی لئے ازواج مطہرات کو اور ان کے ساتھ تمام مسلمان عورتوں کو قرآن نے صراحت کے ساتھ حکم دیا کہ وہ گھر میں جم کر رہیں اور زمانہ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار کر کے باہر نہ نکلا کریں۔

”وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى“ (سورۃ الأحزاب) اور تم لوگ اپنے گھروں میں جمی رہو اور پہلی جاہلیت کی طرح بن سنور کر نہ نکلو۔

امام قرطبی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اس آیت کے معنی گھر کو لازم پکڑنا ہے،اگرچہ خطاب ازواج مطہرات کیلئے ہے لیکن اس حکم میں ان کے علاوہ دوسری

عورتیں بھی معنی کے اعتبار سے داخل ہیں۔(اس آیت سے) یہ حکم ثابت ہے اگر کوئی دوسری دلیل نہ وارد ہوتی جو تمام عورتوں کے لئے اس حکم کی صراحت کرتی ہو۔ایسا کیوں نہ ہو جب کہ شریعت عورتوں کے گھروں کو لازم پکڑنے اور بلاضرورت گھروں سے باہر نہ نکلنے کے احکام سے بھری ہوئی ہے،اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کا گھر ہی ان کا اصل دائرہ عمل ہے۔ان کی ذمہ داری گھر کے اندر کے کاموں کی ہی ہے، یہی ان کی حقیقی ڈیوٹی اور فریضہ ہے،اور بلاضرورت گھر سے باہر نکلنے میں شدید خرابی اور برائیوں کا اندیشہ ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ شریعت کے نزدیک کسب معاش خواتین کے لئے مباح ہے لیکن عام حالات میں جب کوئی ضرورت نہ ہو خواتین کے لئے گھروں سے باہر نکلنا پڑے گا، غیر محرموں کے سامنے جانا ہوگا، ان سے روابط وتعلقات ہوں گے جن سے ہزار پردہ اور احتیاط کے باوجود بڑے مفاسد کا قوی اندیشہ ہے۔

عورتوں کے لئے بھی ہنر بہت ضروری ہے

کسب معاش بہت اچھی چیز ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "طَلَبُ کَسْبِ الْحَلَالِ فَرِیْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِیْضَةِ". حلال روزی کی تلاش بھی ایک فریضہ ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ کمائی کی ذمہ داری خالص شوہر پر ہے خواہ وہ غریب ہو یا مالدار لیکن عورت بھی اگر کوئی ایسا ہنر رکھتی ہے کہ گھر میں بیٹھ کر کچھ تھوڑی بہت کمائی کر کے شوہر کا ہاتھ بٹائے اور اپنے بچوں کی پرورش اور تعلیم کیلئے بہتر نظم کر سکے تو یہ اس کے لئے ذخیرۂ آخرت ثابت ہوں گے آج کے ترقی یافتہ دور میں تو بہت سارے ہنر ایسے ہیں کہ عورتیں گھر بیٹھے ان کے ذریعے اچھا پیسہ کما سکتی ہیں مثلاً سلائی کڑھائی ہے اور جب کام میں لگی رہیں گی تو باہر جانے کی فرصت ہی کہاں ملے گی تو پردہ بھی رہے گا اور

ہاتھ میں پیسہ بھی رہے گا جس کی وجہ سے دوسروں کی محتاج بھی نہیں بنیں گی اور شوہروں کو پریشان بھی نہی کریں گی لیکن یورپ وامریکہ کی اندھی تقلید میں سیر وتفریح کا ایسا مزاج بن چکا ہے کہ اس کے بغیر ان کو چین ہی نہیں آتا بلکہ آگے بڑھ کر گھر کے سارے سامان خریدنے کی بھی خود ہی ذمہ داری لے لیتی ہیں اور بڑے شوق سے بازار میں جا کر غیر محرموں سے بات چیت کرتی ہیں اور سامان خریدتی ہیں شریعت نے مطلق اس سے منع نہیں کیا ہے واقعی اگر بازار جانے کی عورت کو ضرورت ہے تو پردے کے ساتھ جاسکتی ہے اس میں کوئی قباحت نہیں لیکن پھر بھی احتیاط ضروری ہے۔اللہ تعالیٰ خواتین کی عفت وعصمت کی حفاظت فرمائے۔آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

☆☆☆

مسلم خواتین صحابیات کا نمونہ بنیں!

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ . وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ . اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

”اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے تو یہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء صدیقین شہداء اور نیکوں کے ساتھ ہوں گے اور کیا ہی اچھے ہیں یہ ساتھی۔“

معزز خواتین اسلام اس دنیائے رنگ و بو میں بڑی بڑی ہستیاں آئیں اور اپنی حیا سنعار کو پورا کر کے چلی گئیں آج ہمارے سامنے ان کے اچھے اور برے کارنامے ہیں کوئی خواہ کیسی بھی ہو رات دن عبادت و ریاضت میں لگی ہو یا معاصی میں شب و روز مصروف ہوں زندگی میں ہم کو ایسے کام کرنے چاہئے جو مرنے کے بعد والی زندگی میں کام آئیں اور دنیا میں پیش آنے والی پریشانیاں اور تکالیف پر نظر نہ رکھ کر اپنے مقصد پر نظر رکھنی چاہئے کیوں کہ دنیا میں تو یقیناً پریشانیاں آئیں گی کوئی مالدار ہو یا غریب ملکہ ہو کہ رعایا آقا ہو کہ غلام عالم ہو کہ جاہل ہر ایک کو کوئی نہ کوئی پریشانی اور دشواری لاحق ہے خود رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ”اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ“۔ دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے تو قید خانہ میں سکون و اطمنان کہاں حاصل ہو سکتا ہے آدمی قید خانہ میں بھی سارا کام کرتا ہے مگر ہمیشہ اس کو فکر دامن گیر رہتی ہے کہ میں چھٹکارا پا کر اپنے گھر والوں میں چلا جاؤں تا کہ سکون و اطمنان حاصل ہو سکے ہم کو دنیا میں اس طرح رہنا چاہئے کہ آخرت کی فکر دامن گیر رہے اور وہاں کیلئے تیاریاں کریں تا کہ مرنے کے بعد والی زندگی میں جنت اور اس کی نعمتیں حاصل ہوں اور اس کیلئے جتنی قربانیاں برداشت کرنی پڑیں اس سے دریغ نہ کریں۔

صحابیات کا کردار ہم اپنائیں

آخر ہم صحابیات رضی اللہ عنہن کو دیکھیں کہ انھوں نے دین کی خاطر کس قدر قربانیاں برداشت کیں حتی کہ اپنی جان کا نذرانہ بھی پیش کر دیا ہم اپنی زندگی میں صحابیات کی

سیرت کو اپنائیں اور اس کو نمونہ بنائیں حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "اَصْحَابِی كَالنُّجُوْمِ فَبِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ" میرے صحابہ روشن اور چمکدار ستاروں کے مانند ہیں ان میں سے جن کی بھی اقتدا کرلو گے کامیاب ہو جاؤ گے اس لئے ہماری کامیابی اور نجات صرف اور صرف صحابیات کے طور وطریق کے اپنانے میں ہے غیروں کے طور طریق کو چھوڑنا بہت ہی ضروری ہے اسلام نے عورتوں کو جو حقوق دیئے ہیں وہ کسی بھی مذہب میں نہیں ملیں گے۔

دین کے معاملے میں مردوں اور عورتوں کی ذمہ داریاں برابر

اسلام میں عورتوں کے حقوق، مسلم پرسنل لا کی افادیت اور اہمیت ہماری ذاتی زندگی سے کتنا تعلق ہے اور اس کا اثر ہماری خارجی اور داخلی زندگی پر کتنا پڑتا ہے، اس سلسلے میں اہم سوال یہ ہے کہ عورتوں کے حقوق اسلام میں کس قدر ہیں، کیوں کہ سارے مسائل میں عورتوں کا تعلق ہونا ضروری ہے، مثلاً نکاح، طلاق، وراثت یا اور کوئی بھی معاملہ ہو عورتیں ضرور شریک کار ہوتی ہیں۔ اس لئے غور اس بات پر کرنا ہے کہ آیا اسلامی قانون کی حفاظت کی ذمہ داری صرف مردوں کی پرسنل ذمہ داری ہے یا اس میں خواتین بھی برابر کی شریک ہیں۔

فقیہ، مشیر کار، محافظ، نگراں، راعی، صرف مرد ہی ہیں؟ اور صرف کیا انہیں سے باز پرس ہوگی کیا اسلام کا قانون جو کہ قانون الٰہی ہے اس کی تعمیل اور اس پر کار بند ہنے کا حق صرف مردوں کا ہے؟ اور عورتیں اس سے بری الذمہ ہیں؟ اور اگر عورتوں پر ذمہ داری بنتی ہے تو وہ کیسے انجام دیں۔ اس کے لئے قرآن اور احادیث کا گہرائی کے ساتھ مطالعہ کرنا ہوگا اور ان کے معانی اور مفاہیم پر غور کرنا ہوگا تاکہ اس پر عمل کیا جاسکے، اس لئے میں اس پر زیادہ زور دینا چاہوں گا کہ حالات حاضرہ کی روشنی میں

آج کی مسلم خواتین کیا اسلام پر پورے طور سے عمل کر رہی ہیں؟ کیا وہ مسلمان کہے جانے کے قابل ہیں؟ اور اگر نہیں ہیں تو اس کا ذمہ دار کون؟

زیادہ تر مسائل چونکہ عورتوں سے جڑے ہوتے ہیں، شادی کا مسئلہ ہو، خواتین کو خانگی تشدد سے تحفظ کا ایکٹ ہو، یا نکاح، طلاق اور وراثت کا معاملہ ہو، تمام معاملات میں عورتوں کی شرکت یقینی ہے۔

آج قابل شرم باعث فخر بن گئیں

لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ اس کارواں میں مردوں نے جو دین شریعت پر کارنمایاں انجام دیا ہے دے رہے ہیں اور انشاء اللہ دیتے رہیں گے۔ عورتیں بہت پیچھے رہ گئی ہیں۔ دین وشریعت کو پوری فہم وبصیرت کے ساتھ سمجھنا اور قرآن وسنت پر اس طرح عمل پیرا ہونا جس طرح اللہ نے اور اللہ کے رسول نے عمل کرنے کو کہا ہے۔ خواتین اس سے بالکل لاعلم ہیں۔ آج میڈیا کے ذریعہ تو ہم اس بات کو خوب اچھی طرح دیکھ اور سمجھ رہے ہیں کہ کس طرح عورتوں کو بدنام کر کے ان کے ذریعہ پیسہ کمانا، ان کی عزت وناموس کو داؤ پر لگا کر اپنا نام روشن کرنا، اپنی کمپنی کا نام روشن کرنا، ان کے جذبات سے کھلواڑ کر کے ان کو برہنہ کر کے ان کی نسوانیت کی توہین کرنا، یہ باتیں جو دین اسلام سے بالکل غافل عورتیں ہیں بجائے افسوس کرنے اور قابل شرم سمجھنے کے اسے باعث فخر سمجھتی ہیں۔

اور اس وقت اور بھی سر شرم سے جھک جاتا ہے جب کہ مسلمان خاتون کے بارے میں اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا یا اسلام کے خلاف اپنی زندگی میں کوئی اس طرح کا کام کرنا جو مسلمانوں کو زیب نہیں دیتا، منظر عام پر لایا جاتا ہے۔

عورتوں کے بارے میں اقوام عالم کی ذہنیت

کاش! عورتوں پر ان لوگوں کا جو اچھی اور نیک بیویاں تھیں ایک موہوم سا اثر بھی ہو جاتا تو آخرت بن جانے کی امید ہوتی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اندر وہ شوق پیدا کرے کہ ہم قرآن وسنت پر چل کر سیدھے راستے کی طرف گامزن ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو، سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جو اس نے تم پر کیا ہے، تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اس نے تمہارے دل جوڑ دیئے، اس کے فضل وکرم سے تم بھائی بھائی بن گئے، تم آگ سے بھرے ہوئے ایک گڑھے کے کنارے کھڑے تھے اللہ نے تم کو اس سے بچالیا۔ اس طرح اپنی نشانیاں تمہارے سامنے روشن کرتا ہے شاید کہ ان علامتوں سے تمہیں اپنی فلاح کا سیدھا راستہ نظر آجائے۔ تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہونے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ اسلام کی اہمیت یہاں پر ٹھیک طرح سے سمجھ میں آتی ہے کہ ''آپس کے سارے اختلافات کو بھول کر اور چھوٹی چھوٹی باتوں کو طول دینے سے بچتے ہوئے ہم سب مسلمانان عالم یک جٹ ہو جائیں۔ اسلام آیا تو اس نے دو صنفوں (مرد وعورت) کی جدوجہد کو وسائل ترقی میں شامل کر لیا اس لئے آج اس کے باغ تمدن میں بہار آئی تو ایک نیا رنگ وبو پیدا ہو گیا، عورت کو دنیا نے جس نگاہ سے دیکھا وہ مختلف دور میں مختلف رہی ہے، مشرق میں عورت مرد کے دامن تقدس کا داغ، روما اس کو گھر کا اثاثہ سمجھتا ہے، یونان اس کو شیطان کہتا ہے توریت اس کو لعنت ابدی کا مستحق قرار دیتی ہے، کلیسا اس کو باغ انسانیت کا کانٹا تصور کرتا ہے، لیکن اسلام کا نقطہ نظر ان سب سے

جداگانہ ہے، وہ عورت کو نسیم اخلاق کی نکہت اور چہرہ انسانیت کا غازہ سمجھتی ہے۔ امام بخاری نے صحیح بخاری میں حضرت عمر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ مکہ میں ہم لوگ عورتوں کو بالکل ہیچ سمجھتے تھے مدینہ میں نسبتاً قدر تھی لیکن جب اسلام آیا اور خدا نے ان کے متعلق آیتیں نازل کیں تو ہمیں ان کی قدر ومنزلت معلوم ہوئی۔

اسلام میں عورت کی قدر ومنزلت

اسلام میں عورت کی جو قدر ومنزلت ہے وہ دیگر مذاہب سے بالکل مختلف ہے، اسلام نے جن پردہ نشینوں کو اپنے کنار عاطفت میں جگہ دی انہوں نے دنیا میں بڑے بڑے عظیم الشان کام انجام دیئے جو تاریخ کے صفحات میں نمایاں طور پر نظر آتے ہیں، اس پس منظر میں صحابیات کے حالات زندگی کا مطالعہ کر کے ہم ان کی مذہبی، ترقی، سیاسی، عملی اور علمی کارنامے کی ایک ایک جھلک سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ خاتون جنت اللہ پاک کی پیاری بندیاں، جنہیں اللہ پاک نے کہا تھا کہ اگر تم چاہو تو مکہ کی وادیوں کے سارے پہاڑوں کو میں سونے میں بدل دوں لیکن ان پاک ماؤں نے آخرت کو ترجیح دی آخر کیوں؟ کیوں انہوں نے دولت دنیا کو ناپسند کیا؟ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہم لوگوں کے لیے مثال بنایا تا کہ ان لوگوں کے نقش قدم پر چل کر ہم لوگوں کی بھی آخرت بخیر ہو، یہ دنیا تو ایک فریب ہے آج ہے کل نہیں سب فنا ہو جانے والی چیزیں ہیں، باقی تو صرف خدائے وحدہٗ لاشریک کی ذات ہے جو کبھی فنا نہیں ہو سکتی وہ زندہ جاوید ہے ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

صحابیات کی عظیم خدمات

اشاعت اسلام مذہب کی ایک بڑی خدمت ہے اور صحابیات نے اس سلسلے میں خاص کوشش کی ہیں، مثلاً حضرت فاطمہ بنت خطاب کی دعوت پر ان کے بھائی حضرت

عمر فاروق نے اسلام قبول کیا تھا، ام سلیم کی ترغیب سے ابوطلحہ نے آستانہ اسلام پر سر جھکایا تھا عکرمہ اپنی بیوی ام کلیم کے سمجھانے پر مسلمان ہوئے تھے اور ام شریک دوسیہ کی وجہ سے قریش کی عورتوں میں اسلام پھیلا تھا جو نہایت مخفی طور پر اس خدمت کو انجام دیتی تھیں۔ اسلام کی حفاظت بھی ایک اہم کام ہے اور متعدد صحابیات میں سب زیادہ اس خدمت کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ادا کیا۔ ۳۵ھ میں حضرت عثمان شہید ہوئے اور نظامِ خلافت درہم برہم ہوگیا تو انہوں نے اصلاح کی آواز بلند کی، جس پر مکہ اور بصرہ کے لوگوں نے لبیک کہا، رضی اللہ عنہ، صحابیات نے متعدد سیاسی خدمتیں بھی انجام دی ہیں، چناں چہ حضرت شفاء بنت عبداللہ ایسی صائب الرائے تھیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی تحسین کرتے اور مشورے لیتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بسا اوقات بازار کا انتظام بھی ان کے سپرد کیا ہے، ہجرت سے قبل جب قریش نے شانہ نبوت کا محاصرہ کرنا چاہا تو رقیقہ بنت صیفی نے جو عبدالمطلب کی بھتیجی تھیں، سرور عالم ﷺ کو ان مشرکین کے ارادہ کی اطلاع دی، چنانچہ آپ خواب گاہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے، درود وسلام ہو پیارے نبی پر اور امہات المومنین، صحابہ اور صحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین پر۔

آیئے ہم اس پر غور کریں کہ آیا سارے کام اور زندہ جاوید رہ جانے والے کارنامے کس کے حکم پر انجام دیے گئے اور کون سے قانون کے تحت یہ سارے کام انجام پذیر ہوئے۔ اللہ کے بنائے ہوئے قانون پر سر اطاعت خم کرنے کی وجہ سے تمام کام انجام پائے کیوں کہ ان کے سامنے آخرت ہوتی اور حکم الٰہی مقصد زندگی بن جاتا، آج یہ حکم الٰہی مسلمانوں کا اپنا حکم بن گیا ہے ان سب باتوں کا جواب عورتیں خود ہی تلاشیں تو بہتر ہے ورنہ آخرت میں باز پرس کے لئے تیار رہیں، اللہ ہم سبھوں کو معاف کرے اور خاتمہ بالخیر کرے۔

تبلیغ دین کے لئے صحابیات کی عظیم الشان قربانیاں

میری ماؤں اور بہنوں جس طرح مرد دین کا کام کر سکتے ہیں اسی طرح عورتیں دین کے بڑے بڑے کام انجام دے سکتی ہیں جیسا کہ آپ نے گذشتہ معروضات میں اچھی طرح جان لیا ہوگا آج غیر مسلم عیسائی اپنے مذہب کی تبلیغ کے لئے بڑی محنتیں کر رہے ہیں۔ حتی کی بعض تو اپنی پوری زندگی وقف کر دیتے ہیں جب کہ ہمارا عقیدہ اور ایمان ہے کہ آج صرف مذہب اسلام نجات دہندہ اور فلاح کنندہ مذہب ہے اس کے علاوہ جتنے بھی مذاہب ہیں خواہ آسمانی ہو یا غیر آسمانی سب باطل ہو چکے ہیں اس لئے ہم کو سب سے زیادہ اپنے دین ومذہ کی تبلیغ واشاعت کی فکر ہونی چاہئے اور خود بھی دین اسلام کا سچا پیروکار بننا چاہئے ابتداء اسلام میں صحابیات کو دین کی خاطر کس قدر قربانیاں برداشت کرنی پڑیں حتی کہ دین اسلام کی خاطر سب سے پہلے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے والی ایک خاتون ہی ہیں حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا ہیں جنھوں نے ابوجہل کی برچھی کھا کر اپنی جان اللہ کے سپرد کر دی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کس قدر قربانیاں برداشت کیں حبشہ ہجرت کر کے گئیں پھر مدینہ بھی ہجرت کر کے تشریف لے گئیں خود آپ علیہ السلام کی لخت جگر حضرت عثمان غنی کی زوجہ محترمہ نے بھی حبشہ ہجرت کی ام حبیبہ بنت ابی سفیان حضور ﷺ کی زوجہ مطہرہ نے بھی حبشہ ہجرت کی دین کیلئے انھوں نے اپنے گھربار اور مال وجائداد حتی کی شوہر تک سے بغاوت گوارا کر لیا چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ماں ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کر لیا اور ان کے شوہر نے اسلام قبول نہیں کیا تو ان سے جدائی تو گوارہ کر لی مگر اسلام کے حلقہ بگوش رہیں۔

پھر ابوطلحہ نے پیغام نکاح دیا تو انھوں نے یہ شرط لگائی کہ پہلے اسلام قبول کر لو تب ہم سے نکاح کر سکتی ہوں چنانچہ ابوطلحہ نے پہلے اسلام قبول کیا تو ان سے نکاح ہوا

میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ اگر عورتیں کسی کام کو چاہ لیں کہ یہ کام ہونا چاہئے تو وہ ضرور ہو کر رہے گا اگر شوہر نماز نہیں پڑھتے تو عورتیں مجبور کر سکتی ہیں کہ وہ نماز پڑھیں روزہ رکھیں زکوٰۃ دیں غرضیکہ جتنے احکام اسلام ہیں ان سب کے متعلق ان کو ادا کرنے پر قادر بنا سکتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ پہلے خود تو کریں۔ اللہ ہم کو کہنے سننے سے زیادہ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

☆☆☆

جگر گوشۂ رسول ﷺ کی ازدواجی زندگی

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ . اَمَّابَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ اَهْلِی اِلَیَّ فَاطِمَةَ وَقَالَ فَاطِمَةُ بَصعَةٌ مِنی فَمَنْ اَغْضَبَهَافَقَدْ اَغْضَبَنِی، صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمِ وَصَدَقَ رَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ.

اجلاس میں شرکت کرنے والیں میری عزیز ماؤں اور بہنو! آج کے اس پرنور اور بابرکت اجلاس میں بڑی ہی معزز و مکرم ہستی کا تذکرہ کرتا ہوں اور ان کی سیرت واحوال سے اس مجلس کو معطر کرتا ہوں میری مراد خلاصۂ کائنات فخر موجودات سید الانس والجن امام الانبیاء خاتم النبین والمرسلین احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ کی سب

سے چہیتی لاڈلی اور ہر دلعزیز بیٹی حضرت فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا وارضاھا ہیں جن کے تعلق سے خود صادق ومصدوق ﷺ نے فرمایا ہے فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے جس نے اس کو غصہ دلایا یا اس نے مجھ کو غصہ دلایا ایک موقع پر حضور ﷺ نے فرمایا میرے گھر والوں میں سب سے زیادہ محبوب مجھے فاطمہ ہے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب حضور ﷺ کی مجلس میں تشریف لاتی تھیں تو حضور ﷺ ان کے استقبال کیلئے کھڑے ہو جاتے تھے اور خوش آمدید فرماتے اور حضرت فاطمہ کے گھر جا کر ان سے ملاقات کرتے اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر جاتے پھر اپنی ازواج مطہرات کے پاس جاتے۔

الغرض حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ السلام کو بے پناہ محبت تھی اور اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی والدہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا وفات پا چکی تھیں اس لئے بھی حضور علیہ السلام ان سے نہایت درجہ محبت فرماتے تھے۔

میری بزرگ ماؤں اور بہنو میں اپنی خوش نصیبی پر جس قدر ناز کروں کم ہے کیوں کہ مجھے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی پر کچھ عرض کرنے کا موقع ملا سرور کائنات سرکار دو عالم حضور ﷺ کی نورِ نظر، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی لختِ جگر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زوجہ مطہرہ نے حضور ﷺ کے اعلان نبوت سے پانچ سال قبل ولادت پائی۔

نکہت صبح چمن نورِ شب ماہ بہشت
غازی حسن قمر، رنگ رخ ماہ منیر
نرمی جوئی شفق گرئی احساس بشیر
لے کے فطرت نے بنایا تیری ہستی کا خمیر

یوں تو آپ کی پوری زندگی عالم نسواں کیلئے مشعل راہ ہے مگر آپ کی ازدواجی زندگی خواتین کیلئے ایک نمونہ ہے، ایک مثال ہے جس کی برابری دنیا کی کوئی عورت نہیں کر سکتی۔

فلک سے رتبے میں اونچا ہے آشیاں تیرا
ہو کس زباں سے ادا وصف بیکراں تیرا

جب آپ بڑی ہوگئیں تو رحمت عالم نے آپ کے نکاح کا ارادہ کیا ہر شخص رسول کی اس معزز اور پیاری بیٹی سے منسوب ہونے کا طلب گار تھا۔ لیکن آپ نے کسی کے لئے رضامندی نہیں دی، اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ شیر خدا نے نکاح کا پیغام دیا۔ آنحضرت نے اسے قبول کیا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح مثالی تھا

نکاح کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ نہ تھا۔ حضور نے مشورہ دیا ”زرہ بیچ دو“۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے ہاتھ چار سو درہم میں بیچ دیئے، وہی چار سو درہم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر مقرر ہوا عقد کے چند ماہ بعد رخصتی عمل میں آئی اور شہنشاہِ عالم نے جن کے ایک اشارے پر سارے جہاں کی چیزیں مہیا ہو سکتی تھی اپنی چہیتی بیٹی کی رخصتی میں ایک بان کی چارپائی، ایک چمڑے کا گدا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے، دو چاندی کے بازو بند، دو مٹی کے گھڑے ایک پیالہ، ایک مشک اور دو چکیاں دیں، نکاح کے بعد آپ ﷺ نے حارث بن نعمان کا مکان لے لیا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اس میں قیام کیا، فاطمہ رضی اللہ عنہا اور علی رضی اللہ عنہ کی گھریلو زندگی ایک بے مثال نمونہ تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ مشکیزہ لے کر یہودیوں کے باغ میں پانی دینے جاتے اور آپ گھر کے کام کاج میں مصروف رہتیں۔

”اَلدُّنْیَا مَتَاعٌ وَّخَیْرُ الْمَتَاعِ الْمَرْاَۃُ الصَّالِحَۃُ.“

دنیا فائدہ اٹھانے کی متاع ہے اور بہترین متاع نیک بیوی ہے، بے شک نیک اور شریف بیوی ایک عظیم نعمت اور رفیق حیات ہے۔

ہم کو شوہر کی خدمت سے عار آتی ہے؟

پیاری بہنو! خواتین کے لئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی ایک سبق ہے، ایک نصیحت ہے۔

اللہ، اللہ! کیسا صبر، کیسی ریاضت اور کیسی مشقت کہ سن کر کلیجہ تھرا اٹھتا ہے دو جہاں کے سردار کی لاڈلی بیٹی، خاتونِ جنت، حضرت علی رضی اللہ عنہ شیر خدا کی زوجہ مطہرہ اور حسن حسین رضی اللہ عنہم جیسے سرداران جنت کی والدہ ماجدہ کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چکی پیستے پیستے آپ رضی اللہ عنہا کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے بار بار مشک بھر لانے سے دوش مبارک اور سینہ پر نشان پڑ گئے تھے، جھاڑو دیتے دیتے کپڑے گرد وغبار میں اٹ جاتے تھے، چولہے کے دھویں سے لباس سیاہ ہو جاتا تھا ایک بار آپ نے سنا کہ حضور ﷺ کے پاس کچھ لونڈیاں آئی ہوئی ہیں آپ بھی ایک لونڈی مانگنے تشریف لے گئیں مگر شرم کی وجہ سے کچھ نہ کہہ سکیں، آپ ﷺ بیٹی کے گھر پہونچے اور پوچھا کہ بیٹی!

کس غرض سے میرے پاس آئی تھیں؟ پھر بھی آپ کچھ بیان نہ کرسکیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مدعا بیان کیا مگر آپ نے لونڈی دینے سے انکار کردیا اور فرمایا ''یہ اہل صفہ کا حق ہے'' اور تاکید کی کہ اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اپنے پروردگار عالم کا فرض ادا کرتی رہو اور اپنے گھر والوں کے کام کاج کرتی رہو۔

ہمارے لئے اس میں بڑی نصیحت ہے کہ سید الکونین کی چہیتی اور لاڈلی بیٹی اتنی مشقت اور تکلیف والی زندگی گذار رہی ہیں جب کہ حضور ﷺ اگر چاہتے تو اپنی بیٹی کے لئے بہت ساری چیزیں مہیا کر سکتے تھے آرام کی زندگی بسر کرسکتی تھیں لیکن آپ ﷺ نے یہ پسند نہیں فرمایا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بھی دنیا کو اپنے دل میں جگہ نہیں

دی بلکہ غربت وتنگی کی زندگی گذارنے کو ہی پسند کیا کبھی بھی شوہر اور گھریلو حالات کی شکایت زبان پر نہ لائیں۔

حضور ﷺ کی نصیحت اپنی لختِ جگر کو

ایک مرتبہ کسی بات پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رنجیدہ ہوگئیں اور حضور ﷺ سے آپ رضی اللہ عنہا کی شکایت کی حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے، حضور رسالت مآب نے سیدہ فاطمہ کو مخاطب کرکے فرمایا ''بیٹی! سنو سوچو اور سمجھو کیا یہ ضروری ہے کہ مرد تمام کام کاج عورت کی منشاء کے مطابق کرے۔''

جب کسی نے آپ کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ ''آپ کے ساتھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا کیسا سلوک تھا؟'' ایک سرد آہ بھرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت کا ایک خوشبودار پھل تھیں جس کے اڑ جانے پر بھی ان کی خوشبو سے اب تک میرا دل ودماغ معطر ہے۔

میری بہنو! ایک شوہر کے بیوی کے متعلق جب یہ الفاظ ہوں تو بتایئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی راحت کا آپ کے آرام کا کتنا خیال رکھا ہوگا، آپ کی کتنی خدمت کی ہوگی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی افلاس میں کٹی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مالی حالت ہمیشہ کمزور رہی، آپ گھر کا سارا کام خود کرتیں، کبھی کبھی بچے کو گود میں لے کر چکی پیسنی پڑتی، اکثر چرخہ چلاتیں خود کے اور گھر والوں کے لباس کے لئے اور کبھی مزدوری پر سوت کاتتی تھیں، اولاد کی نگرانی اور تربیت کا یہ عالم تھا کہ حسن حسین رضی اللہ عنہما جیسے جواہر پارے آپ کی گود میں پرورش پائے، اتنی محنت اور مشقت کے باوجود کبھی تین وقت کا کھانا پیٹ بھر نصیب نہ ہوا، مگر آپ رضی اللہ عنہا نے کبھی شکایت نہیں کی، ایک خدمت گذار اور اطاعت شعار بیوی ثابت ہوئیں، ایک شفیق ماں بن کر بچوں کی

پرورش کی، آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ’’نیک عورت کی پہچان یہ ہے کہ وہ ایک شفیق ماں ہو‘‘ شوہر کی صرف رفیق ہی نہیں کنیز بھی ہو۔ اللہ کے مطیع اور نبی کے غلام ہو، نگاہیں نیچی رکھتی ہو اور عصمت وعفت کو جان سے زیادہ عزیز سمجھتی ہو، آپ نے نیک عورت کے جو اوصاف گنائے وہ سب آپ میں بدرجۂ اتم موجود تھے، آپ کے خلق وکرم کی سارے مدینے میں دھوم تھی، پڑوسیوں اور بیماروں کی مزاج پرسی کرنا آپ کا شیوہ تھا، سخاوت کا یہ عالم تھا کہ کوئی سائل آپ کے گھر سے خالی ہاتھ نہ جاتا۔ اگر گھر میں کچھ نہ ہوتا قرض لاکر دیتیں۔ شرم وحیا آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی جنازے پر پردے کا رواج آپ ہی کی وجہ سے وجود میں آیا۔

کامیابی شوہر کی خوشنودی ہی میں ہے

آج عورتوں کا حال یہ ہے کہ شوہروں کا ذرا بھی خیال نہیں کیا جاتا ہے شوہر بیچارہ عورت کی سہولت اور آرام کے لئے محنتیں اور تکلیفیں برداشت کرتا ہے اور کما کر لاتا ہے اگر کسی وجہ سے عورت کی کوئی ایک فرمائش پوری نہ کرسکا تو اس کی ساری محنتوں پر پانی پھیر دیتی ہیں اور ناشکری کرنا شروع کردیتی ہیں میری ماؤں اور بہنو! شوہر کی رضامندی اور خوشنودی دخول جنت کا ذریعہ اور سبب ہے چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس عورت کا انتقال ہوجائے اور اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ عورت جنت میں داخل ہوگی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سادگی اور فکر آخرت

سادگی کا یہ عالم تھا کہ گھر ہر قسم کی سجاوٹ سے پاک تھا ایک بار حضور ﷺ کسی سفر سے تشریف لائے تو معمول کے مطابق پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے، آپ

نے دیکھا ایک رنگین پردہ لٹکا ہوا ہے اور ہاتھ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دو چاندی کے کنگن پہن رکھے ہیں۔ آپ یہ دیکھتے ہی واپس چلے گئے، جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آپ کی رنجش کا پتہ چلا تو دونوں چیزیں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھ حضور کی خدمت میں بھیج دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں دوسرا نکاح نہیں کیا۔ آپ کا اعلیٰ کردار آپ کی عظیم شخصیت آپ کی اللہ سے محبت آپ کی سخاوت اور ریاضت، آپ کی محنت ومشقت تمام عورتوں کے لئے مشعل راہ ہے میری زبان میں اتنی طاقت نہیں کہ میں اس خاتون جنت کی زندگی پر روشنی ڈالوں وہ ایسی ہستی تھیں کہ:

جنہیں قدرت نے اپنے نور کے سانچے میں ڈھالا تھا
جنہیں گل کی نزاکت دی تھی اور گوہر کی لمعانی
انہیں کی ذات تو مسکین وبے کس کا سہارا تھی
نہ دیکھی جاتی تھی ان سے کسی کی خانہ ویرانی

مقام! اور یہ سادگی

یوں تو ساری ہی صحابیات ہمارے لئے مشعل راہ اور نمونہ عمل ہیں ان میں سے جس کی بھی پیروی کرلیں ہمارے لئے کامیابی ہے فرمان نبوی ہے ’’اَصْحَابِی کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّهِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ‘‘ میرے صحابہ رات کی آندھیوں میں روشن اور چمکیلے ستاروں کے مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرلوگے کامیاب ہو جاؤگے، اس لئے کہ صحابیات کے اخلاق وکردار بڑے ہی پاکیزہ ہیں لیکن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا باوجود کہ نبی کی بیٹی شیر خدا کی بیوی اور خود جنت کی عورتوں کی سردار ہیں مگر ان کی زندگی بڑی سادہ ہے گھر کے سارے کام کاج خود کررہی ہیں کوئی نوکر نہیں کوئی غلام نہیں متوسط درجہ کے مسلمانوں جیسا بستر وغیرہ بھی نہیں ہے چمڑے کا بستر ہے اس

پردن میں جانور کو چارہ دیتی ہیں اور شام کو بچھا کر اس پر سو جاتی ہیں اللہ و رسول کی مکمل اطاعت گذار و فرمانبردار ہیں کوئی شکوہ نہیں کوئی شکایت نہیں، اللہ تمام مسلم خواتین میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جیسی سیرت پیدا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

اسلام میں عورت کا حقِ وراثت

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِىَ لَهٗ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. اَمَّابَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِىْ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ، فَاِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَاتَرَكَ، وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

معزز خواتین اسلام ماؤں اور بہنو! ظہور اسلام سے قبل، مصری خواتین کو چھوڑ کر دنیا کے قدیم معاشروں کے درمیان سب سے بڑھ کر عرب خواتین حقوق واحترام کی

قدروں سے مستفید ہو رہی تھیں، اسلام نے حقوق واحترام کی ان قدروں میں اضافہ کیا، شبہات وآمیزش سے انہیں پاک کیا اور ان پر شرعی رنگ چڑھایا، ان کے لیے مسلم قواعد وضوابط مقرر کئے پیغمبر رحمت ﷺ نے فرمایا: "اَلَا فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا" (سنو! عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کا برتاؤ کرو) جب کہ ظہور اسلام سے قبل عورتوں کے حقوق عرف وعادت اور خاندانی ومعاشرتی روایات کے زیر نگیں تھے۔

اسلام نے عورت کے حقوق کو قانون کا درجہ دیا کہ جس طرح مردوں کے لئے حقوق ہیں اسی طرح عورتوں کے لئے بھی ہیں اسلام سے قبل اس کا وہم وگمان اور تصور بھی نہ تھا شوہر کے انتقال کے بعد اس کا بھائی پورے مال میراث کو سمیٹ لیتا تھا جیسا کہ متلو آیت کریمہ کے نزول کے پس منظر سے پتہ چلتا ہے ایک صحابی قیس بن ثابت غزوۂ احد میں شہید ہو گئے تو ان کے بھائی نے پورا مال میراث لے لیا جب کہ قیس کی بیوی اور بیٹیاں تھیں وہ حضور ﷺ کے پاس گئیں کہ یارسول اللہ قیس بن ثابت آپ کے ساتھ تھے جو غزوۂ احد میں شہید ہو گئے اور ان کے مال ومیراث کو ان کے بھائی نے پورا کا پورا لے لیا اور ان کی دو بیٹیاں ہیں ان بیٹیوں کی شادی مال کے بغیر نہیں ہو سکتی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کوئی حکم تیرے بارے میں نازل ضرور فرمائیں گے تو اس کے بعد یہ آیت شریفہ نازل ہوئی جس میں مرنے والے کے مال میں عورت کے لئے حصہ مقرر کر دیا گیا ہے اور عورت کو محروم نہیں رکھا گیا وہ عورت ماں ہو کہ بیٹی ہر ایک کے لئے میراث سے حصہ مقرر کیا گیا۔

عورت ماں کی صورت میں

اسلام نے عورت بحیثیت "ماں" کے ساتھ بڑا تکریم کا معاملہ کیا ہے قرآن حکیم نے لوگوں کو ماں اور باپ کے درمیان تفریق کئے بغیر یکساں طور پر ان کا خیال رکھنے،

احترام کرنے اور ان کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ "وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا الخ"

اور تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ بجز اس کے کسی اور کی عبادت مت کر، اور تو اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا کر، اگر تیرے پاس ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو کبھی "ہوں" بھی مت کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا۔ (بنی اسرائیل: ۲۳)

تاہم اسلام نے باپ کی بہ نسبت ماں پر زیادہ توجہ دینے کی وصیت کی ہے: "وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ، حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ" (اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق تاکید کی ہے ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اس کو پیٹ میں رکھا اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے، کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کیا کر، میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے)۔ (لقمان: ۱۴)

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی وصیت کی ہے اور اپنے (خدا تعالیٰ کے لیے) اور والدین کے لیے شکریہ ادا کرنے کی تعلیم دی ہے، اور اسی ضمن میں بہر صورت ماں کو افضلیت کا درجہ بھی عنایت کیا گیا ہے اور انسان کو مدت حمل، ایام رضاعت اور پھر پرورش وپرداخت کی اذیتوں کو یاد دلا کر اپنی ماں کے ساتھ وفا شعاری اور قدر افزائی پر آمادہ کیا ہے، چنانچہ ایک صحابی رسول نے رسول اکرم ﷺ سے استفسار کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے حسن سلوک کا زیادہ حقدار کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ "تمہاری ماں" پھر انہوں نے عرض کیا "پھر کون؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "تمہاری ماں" پھر اس نے پوچھا "پھر کون؟ آپ ﷺ نے جواب دیا "تمہارے والد" آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ" (جنت ماں کے قدموں تلے ہے)۔

تاریخ اسلام میں مسلم ماؤں نے مردان کار اور فرزندان با کردار کی تیاری میں جو بے نظیر کامیابیاں حاصل کی ہیں ان کی ڈھیر ساری مثالیں تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہیں، عبدالملک بن مروان کی ماں عائشہ بنت مغیرہ اور ابوحفص عمر بن عبدالعزیز کی ماں ام عاصم بن عمر بن خطاب تھیں جب کہ اندلس کے عبدالرحمٰن الناصر کی ماں نے ہی دور یتیمی میں ان کی پرورش اور تربیت کی تھی، یہاں تک کہ اس قابل فخر فرزند سے اتنی بڑی شخصیت نے جنم لیا جس پر اندلس میں اہل اسلام کی حکومت فخر کرتی تھی۔

عورت بیوی کی صورت میں

عورت بحیثیت ''بیوی'' کے کردار کو مرد کی شریک حیات ہونے کے اعتبار سے اسلام نے خوب نمایاں کیا ہے چنانچہ اسلام نے ان دونوں کے درمیان مودت ورحمت کا مضبوط رشتہ قائم کردیا، ''وَمِنْ آیَاتِهِ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا الخ '' (اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارواسطے تمہاری جنس کی بیویاں بنائیں تاکہ تم کو ان کے پاس آرام ملے اور تم میاں بیوی میں محبت اور ہمدردی پیدا کی، اس میں ان لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں جو فکر سے کام لیتے ہیں۔ (روم-۱۲)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ '' (اور عورتوں کے بھی حقوق ہیں جو کہ مثل ان ہی کے حقوق ہیں جو ان عورتوں پر ہیں قاعدہ شرعی کے موافق۔ (بقرہ:۲۲۸) اسی مفہوم کو نبی رحمت علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی اس حدیث میں بیان کیا ہے: ''اَلَا اِنَّ لَكُمْ عَلٰی نِسَائِكُمْ حَقًّا وَلِنِسَائِكُمْ عَلَیْكُمْ حَقًّا '' (سنو! تمہاری بیویوں پر تمہارے کچھ حقوق ہیں تو تم پر بھی تمہاری بیویوں کے کچھ حقوق بنتے ہیں)۔ اسلام نے جہاں طلاق کو بعض مشکل صورت حالات کی دواء اور مشکل مراحل کیلئے علاج قرار دیا ہے وہیں اس نے پر اطمنا، پر استحکام اور پر امن ماحول کو عام

کرنے میں دلچسپی دکھائی ہے، چنانچہ اسلام نے طلاق کو ''اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَی اللّٰهِ الطَّلَاقُ'' کہہ کر اسے سخت ترین شرائط سے مقید کردیا ہے، اور اس کی تنفیذ کیلئے اس وقت کو بہتر قرار دیا ہے جب کہ زوجین کے درمیان صلح اور اتفاق پیدا کرنے کی کوشش کے تمام راستے بند ہوجائیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا، اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا'' (اور اگر تم کو ان دونوں میاں بیوی میں کشاکشی کا اندیشہ ہو تو تم لوگ ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی مہارت رکھتا ہو مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان سے بھیجو، اگر ان دونوں آدمیوں کی اصلاح منظور ہوگئی تو اللہ تعالیٰ ان میاں بیوی میں اتفاق فرمادیں گے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم والے اور بڑے خبر والے ہیں۔ (نساء۳۵) لیکن اگر مصالحت کی کوشش ناکام ہو جائے اور طلاق دینا ناگزیر ہو تو اس صورت میں اسلام نے مرحلۂ طلاق کو بغیر کسی زیادتی اور تکلیف کے احسان اور معروف شکل میں انجام دینے کا حکم دیا ہے: اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ'' (وہ طلاق دومرتبہ کی ہے، پھر خواہ رکھ لینا قاعدہ کے مطابق یا چھوڑ دینا خوش عنوانی کے ساتھ) (بقرہ: ۲۲۹) اسی طرح فرمایا: فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ'' (پھر جب وہ مطلقہ عورتیں اپنی عدت کے قریب پہنچ جائیں تو تم کو دو اختیار ہیں، یا تو ان کو قاعدے کے موافق نکاح میں رہنے دو یا قاعدے کے موافق ان کو رہا کرو)۔ (طلاق:۲)

قبل از اسلام عورتوں پر ظلم

مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ اپنی بیوی کے تمام حقوق ادا کرے اور اس کے کسی طرح کے مال کی طرف اپنی نظریں نہ اٹھائے ''وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ، فَاِنْ

كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ،وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا، اَتَأْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا، وَكَيْفَ تَأْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّ اَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ‘‘(اوران عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزر بسر کیا کرو، اور اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک شئے کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھ دے، اور اگر تم بجائے ایک بیوی کے دوسری بیوی کرنا چاہو اور اس ایک کو انبار کا انبار مال دے چکے ہو تو تم اس میں سے کچھ بھی مت لو کیا تم اس کو لیتے ہو بہتان رکھ کر اور صریح گناہ کے مرتکب ہو کر اور تم اس کو کیسے لیتے ہو، حالانکہ تم باہم ایک دوسرے سے بے حجابانہ مل چکے ہو، اور وہ عورتیں تم سے مضبوط ایک گاڑھا اقرار لے چکی ہیں)۔(نساء:۱۹تا۲۱)

ظہور اسلام سے قبل عورتوں پر سیکڑوں مظالم ہوا کرتے تھے ایک ظلم یہ بھی تھا کہ جو مال عورت کو کہیں سے یافت میں ملا یا اس کے میکہ والو کی طرف سے بطور ہدیہ تحفہ ملا بیچاری عورت ان سب سے محروم و بے تعلق رہتی اور یہ سب مال سسرال والوں کے مرد ہضم کر لیتے تھے دوسرا ظلم یہ ہوتا تھا کہ اگر عورت نے اپنے مال پر کہیں قبضہ کر ہی لیا تو مرد اس کو نکاح کرنے سے اسلئے روکتے تھے کہ یہ مال باہر نہ لے جا سکے بلکہ یہیں مرجائے اور مال چھوڑ جائے تو ہمارے قبضہ میں آجائے تیسرا ظلم کہیں کہیں یہ ہوتا کہ یہ تنگ آکر زیور اور زر مہر جو وہ اسے دے چکا ہے واپس کر دے یا اگر ابھی نہیں دیا تو معاف کر دے تو اسے آزادی ہوگی بعض دفعہ طلاق بھی دے دیتا مگر پھر بھی اپنی اس مطلقہ کو کسی دوسرے سے نکاح نہیں کرنے دیتا تا کہ وہ مجبور ہو کر دیا ہوا مہر واپس کرے یا وہ مہر کو معاف کر دے چوتھا ظلم بعض اوقات یوں ہوتا تھا کہ شوہر مر گیا اس کے وارث اس کی بیوہ کو نکاح نہیں کرنے دیتے یا جاہلانہ عار کی وجہ سے یا اس طمع میں کہ

اس کے ذریعہ کچھ مال وصول کریں یہ سب مظالم اس بنیاد پر ہوتے تھے کہ عورت کے مال بلکہ جان کا بھی اپنے کو مالک سمجھا جاتا تھا قرآن کریم نے اس سے منع کر دیا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا ۔اے ایمان والو! تمہارے لئے جائز نہیں کہ عورتوں کے جہیز کے مالک بن بیٹھو۔

عورت بہن یا بیٹی کی صورت میں

اسلام نے عورت بہ حیثیت ’’بہن‘‘ یا ’’بیٹی‘‘ کے بارے میں نہایت کریمانہ موقف اختیار کیا ہے اس نے ان دونوں کے تعلق لوگوں کے غلط نظریات کو بدلا بچیوں کو زندہ درگور کرنے سے روکا، بیٹی اور بہن کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور زندگی کے معاملات میں بیٹوں اور بیٹیوں کے درمیان مساوات کا رویہ اپنانے کی تعلیم دی، نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ’’سَاوُوْا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ فِي الْعَطِيَّةِ، فَلَوْ كُنْتُ مُفَضِّلًا أَحَدًا فَلَفَضَّلْتُ النِّسَاءَ ‘‘(نوازنے یعنی لین دین میں اولاد کے درمیان برابری کا معاملہ کرو، اگر میں کسی کو ترجیح دینے کا حق رکھتا تو میں عورتوں کو ترجیح دیتا) حضور اکرم ﷺ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’مَنْ كَانَ لَهٗ ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ أَوْ بِنْتَانِ أَوْ أُخْتَانِ فَأَحْسَنَ صُحْبَتَهُنَّ وَاتَّقَى اللّٰهَ فِيْهِنَّ، فَلَهُ الْجَنَّةُ ‘‘(جس کی تین بہنیں ہوں، یا دو بیٹیاں ہوں یا دو بہنیں ہوں اور اس نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے تقویٰ اختیار کیا تو اس کے لیے جنت ہے)۔آپ ﷺ نے فرمایا: ’’مَنْ كَانَتْ لَهٗ اُنْثٰى فَلَمْ يُأَدِّهَا وَلَمْ يُهِنْهَا وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهٗ عَلَيْهَا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ ‘‘(جس کو بیٹی ہو، پس اس نے اس کو زندہ درگور نہ کیا، اس کی توہین نہ کی، اور اپنے بیٹے کو اس پر ترجیح نہ دی تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کریں گے)۔

عورت بحیثیت ماں بہن، یا بیٹی، ان تمام حالات میں اسلام نے میراث میں ان کے حقوق کی مکمل کفالت کی ہے، اور ہر حال میں اس کے لئے حصہ مقرر کیا ہے، اس اعتبار سے کہ اسے نہ محروم کیا جاسکتا ہے نہ اس کو دھوکہ دیا جا سکتا ہے، اور نہ بے جا طرف داری کے لئے اس کے حقوق کم کئے جاسکتے ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّاقَلَّ مِنْهُ اَوْكَثُرَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا“

(مردوں کے لئے بھی حصہ ہے اس چیز میں جن کو ماں باپ اور بہت نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جاویں خواہ وہ چیز قلیل ہو یا کثیر ہو حصہ قطعی) (نساء:۷) یہ واضح رہے کہ قرآن مجید کی اس آیت کریمہ میں ”النساء“ اور ”الاقربون“ کے دو مختلف الفاظ کے استعمال کا مقصد آیت کے مفہوم میں اس اعتبار سے تعین پیدا کرنا ہے کہ صاحب ترکہ متوفی کے ساتھ درجات کے تفاوت کے اعتبار سے ان کی قرابت داری کی بنیاد پر وراثت میں تمام طرح کے استحقاق شامل ہو جائیں۔ نرینہ اور مادینہ ورثاء کے درمیان وراثت کی تقسیم کے متعلق سورۃ النساء میں صریح حد بندی موجود ہے۔ جس نے عورتوں کیلئے ایسی خوشگوار صورت حال پیدا کی جس سے وہ پہلے محفوظ نہ ہوئی تھیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو کہنے اور سننے سے زیادہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

عورت کے چہرے کا پردہ کیوں ضروری ہے؟

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ . وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ . اَمَّابَعْدُ! وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ، فَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّظَرُ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ اِبْلِيْس مَسْمُوْمٌ مَنْ تَرَكَهَا مَخَافَتِي اَبْدَلَهُ اللّٰهُ اِيْمَانًا يَجِدُ حَلَاوَتَهُ فِي قَلْبِهِ. اَوْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

معزز محترم خواتین اسلام! آج کی اس بابرکت مجلس میں ایک اہم موضوع یعنی عورت کے چہرے کا پردہ کیوں ضروری ہے، سے متعلق کچھ اہم معروضات پیش کرنا چاہتا ہوں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ نظر ایک زہریلا تیر ہے شیطان کے تیروں میں سے جو شخص باوجود دل کے تقاضہ کے اپنی نظر پھیر لے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کو ایسا پختہ ایمان عطا فرمائیں گے جس کی لذت وہ اپنے قلب میں محسوس کرے گا صحیح مسلم میں جریر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے روایت کیا اگر بلا ارادہ اچانک کسی غیر محرم عورت پر نظر پڑ جائے تو کیا کرنا چاہیے۔

آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ اپنی نظر اس طرف سے پھیر لو، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث میں ہے کہ پہلی نظر معاف ہے دوسری گناہ ہے اس کا بھی مطلب یہی ہے کہ پہلی نظر جو بلا ارادہ اچانک پڑ جائے وہ غیر اختیاری ہونے کے سبب معاف ہے اور بالقصد پہلی بھی معاف نہیں ان احادیث کی روشنی میں مرد وعورت اپنا محاسبہ کریں کہ ہمارا کیا حال ہے؟ یاد رکھیں جس طرح مردوں کو نگاہ نیچی رکھنے کا قرآن نے حکم دیا اسی طرح عورتوں کو بھی حکم دیا ارشاد ربانی ہے ”وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ“ اور مومن عورتوں سے فرمادیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی کرلیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں ایک عورت کا کسی غیر محرم مرد کا چہرہ بھی بلا ضرورت شرعیہ دیکھنا جائز نہیں اسی طرح کسی مرد کا غیر محرم عورت کا چہرہ دیکھنا بلا ضرورت شرعیہ جائز نہیں کیوں کہ چہرے کا دیکھنا ہی سارے فتنوں کی جڑ ہے اگر چھپا کر رکھا جائے گا تو مردوں کی نظریں عورتوں کے چہروں پر یقیناً پڑ جائیں گی او ران کی شہوتیں بھی بھڑکیں گی چہرہ کا دیکھنا ہی زنا تک پہونچانے والا ہے اسی لئے قرآن کریم نے غضن بصر کے ساتھ حفاظت فروج کا بھی ذکر کیا ہے کہ جب نگاہیں نیچی ہوں گی تو اس سے آگے کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہوگا۔

شرعی پردہ سے مراد کیا ہے؟

اسلام میں شرعی پردے سے مراد وہ پردہ ہے جس کا شریعت نے حکم دیا ہے، گویا قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے علاوہ پوری امت کے چودہ سو سالہ تعامل اور علمائے محققین نے پردے کی جو تشریح اور تفصیل ارشاد فرمائی ہے وہ شرعی پردہ ہے، پردے کی مشروعیت اور اس کی حکمت پر غور کرنے کے لئے ”صحیح بخاری“ کی اس حدیث کو پیش نظر رکھا جائے تو بہت آسانی سے بات سمجھ میں آجائے گی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ کے گھر میں نیک وصالح اور گنہگار ہر طرح کے لوگ آتے ہیں اگر آپ ﷺ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کو پردے کا حکم دے دیں تو کیا ہی اچھا ہو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ”جب تمہیں ازواج مطہرات سے کچھ پوچھنا ہو تو پردے کے پیچھے سے پوچھا کرو۔ یہی تمہارے اور ان کے دلوں کے لئے پاکیزگی کا ذریعہ ہے اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کو ایذا پہونچاؤ اور نبی ﷺ کی ازواج کے ساتھ نبی ﷺ کی وفات کے بعد کبھی نکاح نہ کرو کیوں کہ یہ اللہ کے یہاں بہت بڑا گناہ ہے۔ (سورۃ الاحزاب)

ازواج مطہرات کو پردہ کا حکم

اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ پردے کا حکم کتنا اہم ہے؟ نبی اکرم ﷺ کے بہتر دور کے پاکباز اور پاکیزہ لوگوں کو حکم دیا جارہا ہے کہ وہ ازواج مطہرات سے اور ازواج مطہرات ان سے پردہ کیا کریں۔ اگر کوئی ضروری مسئلہ پوچھنا ہو یا کوئی معلومات کرنا ہوں تو بلاحجاب نہیں بلکہ پردے کے اندر رہ کر کیا کریں۔ یہ تمہارے اور ازواج مطہرات کے قلوب کی پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔

غور فرمایئے یہ ان لوگوں کیلئے ارشاد ہے جنہیں یہ کہا جارہا ہے کہ ازواج مطہرات ان کی مائیں ہیں اوران کا نبی ﷺ کی ازواج کے ساتھ نبی ﷺ کی رحلت کے بعد نکاح کرنا بھی ناجائز ہے کیوں کہ یہ اللہ کے یہاں بہت بڑا گناہ ہے۔ بھلا ان بے پردگی کے حامیوں اور پردے کے مخالفوں سے کوئی پوچھے کہ اس دور کیلئے حکم کیوں نہ ہوگا؟ کیا ان کے قلوب صحابہ اورازواج مطہرات کے دلوں سے زیادہ پاکیزہ ہیں؟ کیا دور حاضر کے ان مردوں اورعورتوں کا آپس میں نکاح نہیں ہوسکتا؟ کیا بے پردہ یہ تمام خواتین ان کی ماؤں کا درجہ رکھتی ہیں؟ اگر نہیں تو یہ اس حکم سے کیوں مستثنیٰ ہیں؟ صرف اس لئے کہ ان کو اللہ کے حکم ''دین وشریعت'' شرافت ودیانت اور عصمت وپاکیزگی سے اختلاف ہے اور وہ بھی مغرب کی اندھی تقلید میں کیوں مستثنیٰ ہیں؟ اپنی ہوس پرست نگاہوں کا نشانہ بنانا چاہتے ہیں۔ کچھ لوگ پردے کے حکم کو خفیف اور ہلکا کرنے کے لئے یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ قرآن کریم نے خواتین کو اپنے پوشیدہ اعضاء کے پردے کا حکم دیا ہے۔ رہے وہ اعضاء جو کھلے ہوئے ہیں وہ اس سے مستثنیٰ ہیں چوں کہ چہرہ کھلے اعضاء میں سے نہیں کیوں کہ اگر اس کا پردہ نہ ہوتا یا اس کو چھپانے کا حکم نہ ہوتا تو صحابہ کرام کو ازواج مطہرات سے پردے کے پیچھے سے بات چیت کرنے کا حکم کیوں دیا جاتا؟۔

دوم: یہ کہ چہرے کے علاوہ دوسرے اعضاء تو پہلے سے لباس میں مستور اور چھپے ہوئے ہوتے ہیں تو ان کے پردے کا کیا معنیٰ؟ کیا پردے کا حکم خواتین کے لباس کو ہے؟ کیا کوئی معمولی عقل وخرد کا آدمی اسے تسلیم کرسکتا ہے؟۔ سوم: پردے کی مشروعیت اور اس کا حکم دلوں کو فتنے سے بچانے کے لئے دیا گیا ہے جیسا کہ سورۃ الاحزاب کی مندرجہ بالا آیت سے معلوم ہو چکا ہے تو بتایا جائے کہ خواتین کے چہرے کو دیکھ کر دل متاثر ہوتے ہیں یا ان کے اعضائے مستورہ پر موجود لباس کے دیکھنے

سے؟ اگر چہرے دیکھنے سے دل متاثر ہوتے ہیں اور یقیناً ہوتے ہیں تو اس کے پردے کا حکم کیوں نہ ہوگا؟ اور وہ پردے کے حکم سے کیوں مستثنیٰ ہوگا؟۔

چہارم: عورت کی کشش، جاذبیت اور اس کا حسن، خوبصورتی اور بدصورتی کا معیار اس کا چہرہ ہوتا ہے یا اس کے اعضاء پر موجود سادہ لباس؟ ہر عقل منداس کا فیصلہ کرسکتا ہے کہ باعث کشش اور محرک فتنہ اس کا کھلا چہرہ ہی ہوتا ہے جب محرک تنہا چہرہ ہے تو اس کا پردہ کیوں نہ ہوگا؟۔ پنجم: جب قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی کہ اے نبی ﷺ اپنی بیویوں، صاحبزادیوں اور دوسرے مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ لٹکا لیا کریں اپنے اوپر چادریں (سورۃ الاحزاب)

بایں ہمہ اگر کبھی کسی ضرورت سے چہرہ کھلا رہ جائے یا کھولنا پڑے تو اس کی پہلے سے پیش بندی کردی گئی کہ مردوں اورعورتوں کو اپنی آنکھیں نیچی رکھنی چاہئیں۔ یہ ان کی شرم گاہوں کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ ان تفصیلات کے بعد کوئی بے دین، قرآن وسنت وشریعت کا باغی ہی شرعی پردے کا منکر ہوگا۔

ششم: صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے واقعہ افک کی حدیث میں مذکور ہے کہ ''حضرت صفوان بن معطل سلمی زکوانی لشکر کے پیچھے تھے۔

جب حضور اکرم ﷺ کا قافلہ چلا گیا اور میں پیچھے رہ گئی اور اپنی جگہ بیٹھی انتظار کرتے کرتے سوگئی تو وہ صبح صبح اس جگہ پہنچ گئے وہ کسی سوتے انسان کا ہیولا اور عکس دیکھ کر قریب آئے تو انہوں نے مجھے پہچان لیا۔ اس لئے کہ انہوں نے حجاب اور پردے کے حکم سے پہلے مجھے دیکھا تھا۔ جب انہوں نے مجھے پہچان کر ''انا اللہ'' پڑھا تو میری آنکھ کھل گئی اور میں نے فوراً اپنے چہرے کو اپنی چادر سے چھپالیا''۔ (صحیح بخاری)

بتایا جائے کہ اگر چہرے کا پردہ نہیں تھا تو ام المومنین رضی اللہ عنہا یہ کیوں فرماتی ہیں پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے مجھے دیکھا تھا۔ اسی طرح اگر چہرے کا پردہ نہیں تھا

تو صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا نے جاگنے پر اپنے چہرے کو کیوں چھپایا؟ کیا اب بھی اس میں کوئی اشکال وابہام باقی رہ جاتا ہے کہ چہرے کا پردہ نہیں ہے؟ یا چہرہ پردے کے حکم سے مستثنیٰ ہے؟ اور اگر نہیں تو اس کے منکرین کے بارے میں کیا کہا جائے کہ کیا ان کا قرآن وحدیث کی نصوص صریحہ پر ایمان ہے؟۔

ہفتم: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میرے رضاعی چچا افلح کو میں نے یہ کہہ کر گھر میں داخل ہونے سے منع کر دیا کہ میں جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ پوچھ لوں اجازت نہ دوں گی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میں نے اس سلسلہ میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تو تمہارے چچا ہیں اور چچا سے پردہ نہیں لہٰذا وہ گھر میں آسکتے ہیں۔ جب پردے کا حکم نازل ہو چکا تھا۔ (صحیح بخاری)

اگر چہرے کا پردہ نہیں تھا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اتنی احتیاط کیوں فرماتیں کہ رضاعی چچا کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے بغیر گھر میں آنے سے منع فرما رہی ہیں؟ اس کے علاوہ وہ خود فرماتی ہیں کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب پردے کا حکم نازل ہو گیا۔ معلوم ہوا پہلے اس طرح کا آنا جانا منع نہ تھا لیکن جب حجاب کا حکم نازل ہوا تو آپ نے رضاعی چچا کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ معلوم کئے بغیر گھر میں آنے سے روک دیا تھا حالانکہ رضاعی رشتوں کا وہی حکم ہے جو حقیقی رشتوں کا ہے۔

ہشتم: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزہ خیبر سے واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر اور مدینے کے درمیان تین دن تک قیام فرمایا اسی دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے نکاح اور رخصتی ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ولیمے کی دعوت پر میں نے ہی لوگوں کو بلایا۔ جب اس سے فراغت ہوئی تو مسلمانوں میں یہ بات ہونے لگی کہ حضرت صفیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ اور ام المؤمنین رضی اللہ عنہن ہوں گی یا آپ

کی لونڈی، کنیز یا حرم؟ اس پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا! دیکھتے ہیں کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے پردہ نہ کرایا تو سمجھا جائے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لونڈی اور کنیز ہیں کیوں کہ کنیزوں اور لونڈیوں کیلئے بوجہ ضروریات خدمت اور کام کاج کے پردے کا حکم نہیں، چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلے کو کوچ کا حکم دیا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے پیچھے سوار کیا اور حضرت صفیہ اور لوگوں کے درمیان حجاب اور پردہ ڈال دیا تو لوگوں نے سمجھ لیا کہ آپ رضی اللہ عنہا بھی ازواج مطہرات میں سے ہیں۔ (صحیح بخاری)

آج بھی شریف عورتیں بے پردہ نہیں ہیں

علامہ ابن حیان الاندلسی لکھتے ہیں ''اِذَا کَانَتْ جَمِیْلَةً وَخِیْفَ مِنْ وَجْھِھَا وَکَفِّھَا الْفِتْنَةُ نَعَلَیْھَا سَتْرُ ذَالِکِ''. اگر عورت خوبرو ہے اور اس کے چہرے ہاتھوں کی طرف دیکھنا فتنہ کا باعث ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے چہرے اور ہاتھوں کو ظاہر نہ کرے، آج کے اس دور پرفتن میں جب کہ لوگوں کی آنکھوں میں حیا نہیں ہر طرف آوارگی اور بیہودگی کا دور دورہ ہے ہر اس شخص پر جس کی نگاہوں میں عفت وعصمت کی کوئی قدر و قیمت ہے اسے چاہئے کہ اپنی جوان بہو، بیٹیوں کو بے پردہ باہر نکلنے سے روکے اور انھیں نامحرموں کے سامنے بے تکلفی سے آنے کی اجازت نہ دے جب جوان لڑکیاں بے تکلف نامحرموں سے بات چیت کریں گی تو اس سے فتنے کے دروازے کھلیں گے حتی کہ غیر محرم رشتہ دار اگر جوان لڑکی کو کوئی ہدیہ پیش کرے تو ماں کی اجازت کے بغیر لڑکی ہدیہ بھی قبول نہ کرے کیوں کہ اس سے فتنہ کا اندیشہ ہے جب لڑکی قریب البلوغ پہونچ جائے تو بے پردہ گھر کے باہر نکلنا صحیح نہیں ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بڑا ناخوشگوار گذرا اور فرمایا ''اِنَّمَا یَضْرِبُ بِالْکَیْفِ الَّذِیْ یَسْتُـــــرُ'' اے بیٹی ایسی اوڑھنی اوڑھنے کا حکم ہے جو موٹی ہو اور جس سے پردہ ہو

سکے، دختران اسلام ذرا خود انصاف کریں کہ جو باریک دوپٹے اوڑھتی ہیں اور جس طرح ان کے سر کے بال نظر آتے ہیں یہ کیسے ان کے لئے جائز ہے۔

آج بھی اگر دیکھیں تو الحمد اللہ شریف خاندن خواہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو مگر ان میں بھی پردہ کا نظم ہے اور عورتیں بے پردہ بازاروں ہوٹلوں اور دیگر مقامات پر نہیں جاتیں۔ اللہ تعالیٰ دختران اسلام کی حفاظت فرمائے اور ہمیشہ پردے کے ساتھ زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

☆☆☆

اسلام کی نظر میں بیوی کا مقام

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اَسْکِنُوْھُنَّ مِنْ حَیْثُ سَکَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِکُمْ وَلَا تُضَارُّوْھُنَّ لِتُضَیِّقُوْا عَلَیْھِنَّ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

برادران اسلام اور پس پردہ بیٹھی ہوئی محترم خواتین! مذہب اسلام نے عورت کو بہت بڑا مقام عطا کیا اور اس کو کمانے کا بوجھ اٹھانے کی ذمہ داریوں سے سبکدوش کر دیا اس کو گھر کی چہار دیواری کے اندر رہنے اور بچوں کی تعلیم وتربیت اور پرورش کا مکلّف بنایا عورت خواہ کتنی ہی مالدار کیوں نہ ہو مگر اس کا نان نفقہ اس کے شوہر ہی کے ذمہ ہے کہ وہ محنت مزدوری کر کے لائے اور اپنی بیوی پر خرچ کرے عورت اگر ماں ہے اور وہ مجبور ہے تو اس کے خرچ کی ذمہ داری بھی اس کے بھائی پر ہے اور اگر بیٹی

ہے تو اس کے خرچ کی ذمہ داری اس کے باپ پر ہے اور اگر بیوی ہے تو اس کے خرچ کی ذمہ داری اس کے شوہر پر ہے الغرض شریعت مطہرہ نے عورت کو کسی بھی صورت کمانے کی مشقت میں مبتلا نہیں کیا میں اس وقت آپ لوگوں کے سامنے بیوی کے مقام و مرتبہ کے متعلق عرض کرتا ہوں کہ اسلام نے بیوی کو کیا مقام و مرتبہ عطا کیا۔

بیوی کا مرتبہ

دوستو! عورت بحیثیت ''بیوی'' کے کردار کو مرد کی شریک حیات ہونے کے اعتبار سے اسلام نے خوب نمایاں کیا ہے، چنانچہ اسلام نے ان دونوں کے درمیان مودت ورحمت کا مضبوط رشتہ قائم کردیا،''وَمِنْ آيَاتِهٖ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجاً. الخ'' (اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہارے جنس کی بیبیاں بنائیں، تاکہ تم کو ان کے پاس آرام ملے اور تم میاں بیوی میں محبت اور ہمدردی پیدا کی، اس میں ان لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں جو فکر سے کام لیتے ہیں۔ (روم ۲۱) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:''وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ'' (اور عورتوں کے بھی حقوق ہیں جو کہ مثل ان ہی کے حقوق ہیں جو ان عورتوں پر ہیں شریعت کے موافق۔ (بقرہ:۲۲۸) اسی مفہوم کو نبی رحمت ﷺ نے اس حدیث میں بیان کیا ہے۔''اَلَا اِنَّ لَكُمْ عَلٰى نِسَائِكُمْ حَقًّا وَّلِنِسَائِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا'' (سنو! تمہاری بیویوں پر تمہارے کچھ حقوق ہیں تو تم پر بھی تمہاری بیویوں کے کچھ حقوق بنتے ہیں)۔

عورتوں پر زیادتی کی ایک شکل زمانۂ جاہلیت

اسلام سے پہلے دستور تھا کہ دس بیس جتنی چاہتے طلاق دیتے مگر عدت کے پورا ہونے سے پہلے رجوع کر لیتے پھر جب چاہتے طلاق دے دیتے اور رجعت کر لیتے

اس طرح سے کچھ آدمی عورتوں کو بہت ستاتے تو یہ آیت کریمہ اتری جس میں یہ بتایا گیا کہ عدت کے اندر اگر مرد چاہے تو عورت کو اپنے نکاح میں لوٹالے اور اگر عدت پوری ہوگئی لیکن یہاں بیوی دوبارہ نکاح کرنے پر راضی ہے تو نکاح کر کے پھر ازدواجی تعلق قائم کر سکتے ہیں لیکن اگر تین طلاق دے دی تو اس کے علاوہ کوئی شکل نہیں کہ بیوی کسی اور سے نکاح کرے اور اس سے صحبت کر لے پھر وہ طلاق دے اور شریعت کے موافق عدت پوری کرے اس کے بعد سابق شوہر اس سے نکاح کرے۔

آیت کریمہ میں یہ بات واضح کر دی گئی مرد عورت کو ستا نہیں سکتا اگر قاعدے کے روکنا چاہتا ہے تو روک لے اور اگر چھوڑنا چاہتا ہے تو خوش عنوانی کے ساتھ چھوڑ دے چوں کہ فطرت انسانی ہے کہ غصہ میں وہ نہیں دیکھتا کہ اس چیز میں سے میرا حق ہیا نہیں مگر پھر بھی اس کو لینا اور دبانا چاہتا ہے اس لئے شریعت نے اس پر زبردست روک اور بندش لگادی کہ جتنا کچھ دیدیا اس میں سے کچھ لے نہیں سکتے۔''وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا'' اور تمہارے لئے یہ جائز نہیں کہ تم اس میں سے کچھ لو جو دے چکے ہو''۔

تو مذہب اسلام نے عورت کو مجبور محض نہیں بنایا اس کو تو یہاں تک اختیار دیا کہ اگر عورت کا شوہر کے ساتھ نباہ مشکل ہو رہا ہے اور شوہر اس کو چھوڑنا نہیں چاہتا تو عورت خلع کر سکتی ہے یعنی پیسے دے کر شوہر سے علیحدگی اختیار کر سکتی ہے اسی طریقے سے عورت کو اس کی عزت و ناموس کی بقا کے لئے پردے کو لازم اور ضروری قرار دیا اور زمانہ جاہلیت کی طرح عورتوں کو بن سنور کر پھرنے سے سختی سے منع کیا'' وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى ''اور قدیم زمانہ جاہلیت کے بناؤ سنگار کرنے کی طرح بناؤ سنگار مت کرو اور زیب و زینت صرف اپنے شوہر کے لئے کر سکتی ہے کیوں کہ شوہر کا بہت بڑا حق ہے لیکن اسی کے ساتھ بیوی کے بھی حقوق ہیں۔

ادائے حقوق کا تاکیدی حکم مردوں کو

مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ اپنی بیوی کو اس کے تمام حقوق ادا کرے اور اس کے کسی طرح کے مال کی طرف اپنی نظریں نہ اٹھائے۔ ’’وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ، فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا، وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا، اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا، وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّ اَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا‘‘ (اور ان عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گذر بسر کیا کرو، اور اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک شئے کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھ دے اور اگر تم بجائے ایک بیوی کے دوسری بیوی کرنا چاہو اور اس ایک کو انبار کا انبار مال دے چکے ہو تو تم اس میں سے کچھ بھی مت لو، کیا تم اس کو لیتے ہو بہتان رکھ کر اور صریح گناہ کے مرتکب ہو کر اور تم اس کو کیسے لیتے ہو، حالاں کہ تم باہم ایک دوسرے سے بے حجابانہ مل چکے ہو، اور وہ عورتیں تم سے ایک گاڑھا اقرار لے چکی ہیں) (نساء:۱۹تا۲۱)۔

ظالم شوہر کے پاس رہنے کے لئے عورت مجبور نہیں

وقوعِ طلاق کے بعد دوسری مرتبہ اگر زوجین ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزارنے پر تیار ہو جائیں تو اسلام نے لڑکی کے اہل خاندان کو حکم دیا ہے کہ وہ لڑکی کو اپنے شوہر کے پاس دوبارہ واپس جانے سے نہ رکیں، اس لیے کہ دونوں کی پاکیزگی اور طہارت اس امر میں پوشیدہ ہے۔ ’’وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ، ذٰلِكَ

يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ‘‘ (اور جب تم میں ایسے لوگ پائے جاویں کہ وہ) اپنی بیویوں کو طلاق دیں، پھر وہ عورتیں اپنی میعاد (عدت) بھی پوری کر چکیں تو تم ان کو اس امر سے مت روکو کہ وہ اپنے شوہروں سے نکاح کر لیں، جب کہ باہم سب رضا مند ہو جائیں قاعدہ کے موافق، اس مضمون سے نصیحت کی جاتی ہے، اس شخص کو جو کہ تم میں سے اللہ پر اور روز قیامت پر یقین رکھتا ہو، اس نصیحت کو قبول کرنا تمہارے لیے زیادہ صفائی اور زیادہ پاکی کی بات ہے، اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے (بقرہ:۲۳۲) ’’فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ‘‘ (پھر اگر یہ اس کو طلاق دے دے تو ان دونوں پر اس میں کچھ گناہ نہیں کہ بدستور پھر مل جاویں۔ بشرطے کہ دونوں غالب گمان رکھتے ہوں کہ آئندہ خداوندی ضابطوں کو قائم رکھیں گے) (بقرہ:۲۳۰)۔

اس آیت کریمہ میں خلع کا بیان ہے کہ مرد اور عورت میں ناچاقی بڑھتی جا رہی ہے اور اصلاح و درستگی کی تمام مشکلیں ناکام ہو چکی ہیں اور اب دونوں ایک دوسرے کے حقوق کی پاسداری اور لحاظ نہیں کر رہا ہے ہیں اور بیوی شوہر کے پاس رہنا نہیں چاہتی اور مرد چھوڑنا نہیں چاہتا تو شریعت نے عورت کو اختیار دیا ہے کہ پیسے دے کر شوہر سے خلع کرا لے اور اس سلسلے میں اگر شوہر سختی کر رہا ہے کہ بیوی کو پیسے دینے پر بھی چھوڑ آنے کے لئے تیار نہیں تو اب عورت عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائے اور اس شوہر سے جدائیگی اختیار کرے پھر جس شوہر سے چاہے اپنا عقد نکاح کر لے یہ شریعت مطہرہ کا بہت بڑا احسان ہے عورت پر کیوں کہ عورت کو ایک گھر کی خادمہ تصور کیا جاتا تھا اور اب صورت حال یہ ہے کہ مساوات کا نعرہ لگا کر عورت کو ہوٹلوں اور آفسوں میں دن بھر کام کاج میں لگا دیا گیا پھر اس کے نتیجے میں طرح طرح کی بے

حیائیاں اور برائیاں وجود میں آرہی ہیں عورت بچوں کی تربیت نہیں کرسکتی شوہر کی خدمت نہیں کرسکتی اگر عورت گھر کی چہار دیواری کے اندر ہی رہے تو یہ اس کے لئے بڑی عزت کی بات ہے اور گھر کی رونق دوبالا ہوجائے گی بچے ماں کی پرورش سے محروم نہیں رہیں گے اور شوہر کو جو دن بھر کام کاج کر کے گھر لوٹتا ہے اپنی بیوی کو دیکھ کر اسے قلبی سکون میسر ہوگا اگر اسلام کے اصول وقوانین پر غور کیا جائے تو یقین کرنا پڑے گا کہ واقعی اگر کوئی صحیح معنوں میں زندگی گذارنا چاہتا ہے تو اس کو اسلام ہی کے اصول پر کاربند ہونا پڑے گا ایک مسئلہ ہے تعدد ازواج کا ایک شخص بیک وقت اپنے نکاح میں چار بیویاں رکھ سکتا ہے اور اس کو عورت کے ساتھ ظلم خیال کیا جاتا ہے حالاں کہ یہ سوچ غلط ہے۔

تعدد ازواج کی حکمت

اسلام میں تعدد ازواج کے اصول پر سطحی نظر ڈال کر یہ سمجھنا کہ وہ بہ حیثیت بیوی عورت کے مقام ومرتبہ کے ساتھ متعارض ہے، نامناسب ہے، تعدد ازواج کو دشوار بنانے والے اسباب ومتعلقات اور قیود وشرائط پر اس حیثیت سے غور وفکر کرنا ضروری ہے جو اس تعداد کی تطبیق کو محدود کردے، ابتدائے اسلام میں وسیع تر تحریک جہاد اگر ایک طرف بہت سے لوگوں کی شہادت کا ذریعہ بنی تو دوسری طرف نئی حکومت کے ڈھانچے کی حفاظت کا ذریعہ۔ دور جاہلیت میں مرد کو حق تھا کہ وہ بے حد وحساب عورتوں سے شادی کرے، عمیرہ الاسیری بیان کرتے ہیں کہ: ”میں نے جب اسلام قبول کیا تو میرے پاس نو عورتیں (بیویاں) تھیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان میں سے چار کو چن لو“۔ تعدد ازواج کے بعض ان حالات کے علاج ہونے سے صرف نظر کرتے ہوئے جن میں مرد کو اپنی بیوی کے

علاوہ دوسری عورت میں اشتہاء ہوتی ہے اور بعض حالات میں یہی اصول (یعنی تعدد ازواج) بنیادی علاج ہے۔ بالخصوص اس وقت جب عورت بہ حیثیت بیوی اپنی ذمہ داریوں اور اہم امور کو انجام دینے میں ناکام ہوجاتی ہے (مثلاً عورت کا بانجھ ہونا یا پریشان کن امراض میں مبتلا ہونا) ایسے حالات میں شوہر اپنی بیوی کے ساتھ وفاداری نبھانے اور اس کی عزت وناموس کے تحفظ کی غرض سے اسے باقی رکھنا چاہتا ہے، واضح رہے کہ اسلام نے ایک سے زائد شادی کرنے کے لیے بیویوں کے درمیان ”عدل“ کی سخت ترین شرط رکھی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً“ (اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم عدل قائم نہ کرسکو گے تو ایک ہی پر اکتفا کرو)۔ اس حال میں عدل روا رکھنا آسان نہیں بلکہ مشکل کام ہے، ہر انسان کے لیے یہ ممکن نہیں ہے، چنانچہ اس حق کے استعمال کے لیے مطلق حد بندی کی گئی ہے۔

عدل وانصاف کے ساتھ تعدد ازواج

عورت اور مرد کی جسمانی ساخت پر اگر غور کیا جائے تو حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ تعدد دواج فطرت انسانی کا تقاضہ ہے اور ایک مرد کے لئے عورت ناکافی ہے کیوں کہ مرد کی خواہش وقتی ہوتی ہے خواہش پوری کرلی تو اب اس کو کسی نتیجہ پر غور نہیں کرنا ہے برخلاف عورت کے کہ ہر مہینہ اس کو اپنی فطری مجبوریوں کی وجہ سے مرد کی خواہش کی چند دنوں تک تکمیل نہیں کرسکتی اسی طرح حمل قرار پا گیا تو مہینوں اس کو طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے پھر وضع حمل کے بعد کافی دنوں تک شوہر سے علیحدگی ضروری ہے تو ان سب صورتوں کو دیکھتے ہوئے یہ یقین کرنا پڑتا ہے کہ واقعی ایک مرد کے لئے ایک سے زائد عورت نکاح میں ہونی چاہئے تاکہ مرد کی عفت وعصمت داغدار نہ ہو اور عورتوں کو بھی اس سلسلے میں تنگ نظر نہیں ہونا چاہئے اور

شریعت جس چیز کی اجازت دیتی ہے اگر شوہر اس کو انجام دے تو اس کو برا نہ سمجھیں کہ دوسری شادی کی ہمت اور ارادہ وہ کرے جو بیویوں کے ساتھ برابری اور انصاف کا برتاؤ کر سکے ورنہ بس ایک پر اکتفا کرے اللہ سب خواتین کو اسلام پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

فیشن کے نام پر عریانیت اور فواحشات

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ . وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ . اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطَانًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

عفت مآب میری ماؤں اور بہنو! قرآن کریم کی جو آیت کریمہ میں نے تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ بے حیائی اور بیہودگی کے کاموں کی ممانعت کی ہے

اس طرح کی اور بھی آیت کریمہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے منکرات وفواحشات سے سختی سے منع کیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا" اور جب یہ لوگ کوئی بیہودگی کر گذرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اسی طریق پر اپنے باپ دادا کو پایا ہے اور خدا نے ہم کو یہی حکم دیا ہے، اس آیت کی تفسیر میں مفسر قرآن مولانا عبدالماجد دریابادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اہل باطل اور فسق پیشہ گروہ کے پاس عموماً یہی جواب اپنی بے ہودگی کی حمایت میں رہتا ہے پہل تو خاندانی رواج برادری کے دستور اور مسلکی رسم کو سند میں پیش کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ ہم کیا کریں خدا نے ہم کو رکھا ہی اسی حال میں اور اسی طریق پر ہے یہ ہم جو کچھ کررہے ہیں اس کی مرضی نہ ہوتی تو ہم کرتے کیسے؟

آگے اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب پاک ﷺ کی زبانی یہ اعلان فرمارہے ہیں "قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ"

"اے نبی آپ فرمادیجئے کہ اللہ ہرگز بیہودگی نہیں بتلاتا ہے کیا اللہ کے ذمہ لگاتے ہو جس کی کوئی سند نہیں رکھتے"۔

جو اللہ پر کوئی غلط اور جھوٹ بات منسوب کرے تو اس کی ہلاکت اور تباہی میں کیا شبہ کفار مکہ اس طرح کے گناہوں میں ملوث تھے کہ اللہ کی طرف جو چاہتے منسوب کردیتے مذہب اسلام نے لوگوں کو ایک خدا کی دعوت دی اور شرک وکفر کو منع فرمایا۔

مذہب انسانیت کا درس دیتا ہے

دنیا کا کوئی دھرم اور مذہب ایسا نہیں جو انسانیت کا درس نہ دیتا ہو شاعر مشرق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا۔

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

ہر ایک مذہب صلح وآشتی اور امن وامان کا پیغام دیتا ہے اور جو لوگ مذہب کے نام پر فرقہ وارانہ فسادات کراتے اور کرتے ہیں وہ درحقیقت اس مذہب کے دشمن ہیں مذہب کے نام پر لوگوں میں پھوٹ ڈالنا چاہتے ہیں حالاں کہ مذہب انسانیت کا درس دیتا ہے، دکھ درد کا احساس دلاتا ہے، انسان کو انسان بناتا ہے کلچر آدمیت کی رہنمائی کرتا ہے، اخلاقی شعور کو فروغ دیتا ہے، نسل انسانی کو ترقی کی راہ ہموار کرتا ہے جو سماج کے لئے جزء لاینفک کی حیثیت رکھتا ہے۔

ہندوستان جمہوری ملک ہے ہر شخص کو مذہبی، ثقافتی، لسانی، قلمی، تحریری، تقریری آزادی حاصل ہے ہر ایک کو اپنے مذہب کی پیروی واشاعت کا مکمل حق ہے اس مختلف المذاہب ملک میں جو جسے چاہئے اپنا مقتدا تسلیم کرسکتا ہے لیکن قرآن کہتا ہے "اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامَ" (آل عمران)

مذہب اسلام ہی عند اللہ مقبول ہے اس کے علاوہ دنیا کا کوئی بھی دین باعث نجات نہیں زندگی کے ہر گوشے میں شریعت محمدی ﷺ کی رہنمائی قدم قدم پر دین الٰہی کی راہبری، مہد سے لحد تک تمام اصول وضوابط کے ساتھ موجود ہے اور اللہ نے اس کی تکمیل فرمادی ہے۔

"اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا" (المائدۃ)

اللہ کی نعمت دین اسلام اب کسی نئی شریعت ثقافت، تہذیب یا قیادت کی قطعاً اجازت نہیں اب تو بس اسی پر اپنے آپ کو ڈھالنا ہوگا۔ منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے بسر وچشم قبول کرنا ہوگا اور سر موفرق سے بھی خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

عصر حاضر میں انسانی تہذیبوں کا معیار دن بدن گھٹتا جا رہا ہے ثقافت سے کھلواڑ کیا جا رہا ہے تہذیب اپنا مقام کھو رہی ہے انسان خود غرض ہوتا چلا جا رہا ہے دوسروں کو نقصان پہونچانے کے لئے کچھ بھی کرنے کو تیار ہے۔ یہاں تک کہ اپنوں ہی کو ختم کرنے سے گریز نہیں کرتا۔

اس طرح سماج کو خطرہ مذہب سے نہیں مذہب کی مخالفت سے ہے۔ حالانکہ دوسروں کے فائدہ کو نظر انداز کرنا کسی بھی مذہب کے عین خلاف ہے مذاہب سے دوری، قوانین کی خلاف ورزی اور لسانی قدروں کی بے حرمتی کا یہ سلسلہ جاری رہا تو پھر وہ وقت دور نہیں کہ دنیا اپنی میعاد پوری کرے اور خطۂ ارض ملیامیٹ ہو جائے۔

مذہب اسلام امن وشانتی کا مذہب ہے

مذہب اسلام وہ مذہب ہے جو امن وامان اور صلح وآشتی کا مذہب ہے جس نے جنگوں مین بڑے اصول وضوابط مقرر کئے اگر لڑائی میں بوڑھے اور عورتیں اور بچے ہیں یا مذہبی آدمی ہیں جن کو لڑائی سے کوئی سروکار نہیں اسلام اپنے ماننے والوں کو یہ حکم دیتا ہے کہ ان پر تلوار نہ چلاؤ اور اسلام نے جہاد کا جو حکم دیا ہے وہ اس طرح سمجھو کہ جسم میں کوئی عضو سڑ گیا اور خراب ہو گیا اب اگر اس کو جسم سے الگ نہ کریں گے تو بہت ممکن ہے کہ بقیہ اعضائے جسم بھی خراب ہو جائیں اور سڑ جائیں تو اس طرح جب زمین پر فساد پھیلتا ہے اور خدا کی زمین پر خدا کی نافرمانی حد سے زیادہ بڑھ جاتی ہے اور کمزوروں پر ظلم وزور ہوتا ہے تو بہت ساری شرطوں اور قیدوں کے ساتھ جہاد کا حکم نازل ہوتا ہے تاکہ خطہ ارض جس پر خدا کی حد سے بڑھی ہوئی نافرمانی ہوتی ہے اس کو روکا جائے اور پاک کیا جائے اور کمزور عورتوں اور بچوں کو آرام پہونچایا جائے ارشاد باری تعالیٰ ہے ”وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ

الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا“ اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کے راستہ میں قتال نہیں کرتے ہو اور ان لوگوں کے واسطے جو کمزور ہیں مردوں اور عورتوں اور لڑکوں میں سے لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ اے ہمارے رب اب ہم کو اس بستی سے نکال دیجئے جس کے باشندے ظالم ہیں تمام مذاہب میں آج صرف مذہب اسلام ہی وہ مذہب ہے جو لوگوں کے لئے نجات دہندہ ہے اس کی تعلیم دنیوی واخروی دونوں اعتبار سے فلاح وبہبود کی کفیل اور ضامن ہے دنیا کو بے حیائی اور فحش وبدکاری سے بچانے والا ہے۔

عریانیت کا سیلاب

آج ہر جگہ آزادی اور کھلے پن کے نام پر انسانی معاشرہ میں عریانیت کا سیلاب ہے فیشن کے نام پر محش کا دور دورہ ہے ننگا پن، فحاشی، بے حیائی، بے شرمی وبے غیرتی سے عقل محو حیران ہے مغربی طور طریق کا ہر طرف خیر مقدم کیا جا رہا ہے وہاں کی تہذیب وتمدن بام عروج پر پہونچ چکی ہے۔ مغرب کی نت نئی ایجادات کی تگ ودو میں بہتا ہوا یہ سماج اپنی گمراہی کا ثبوت دے رہا ہے اور آئے دن ذہنی غلامی کی زنجیر میں جکڑتا جا رہا ہے۔ خالق ارض وسماء نے ہمیں اعلیٰ مخلوق انسان بنا کر اشرف المخلوقات کے لقب سے سرفراز کیا اور بہترین دین عطا کیا جو تمام ادیان پر غالب ہے۔ اللہ نے اہل مغرب کی طرح اہل مشرق کو بھی دل ودماغ دیئے ہیں۔

مغرب نے دل کو چھوڑ کر دماغ کا استعمال کیا حرفت، صنعت کاری، اشیاء سازی کے میدان میں پوری دنیا پر اپنا سکہ چلا رہا ہے اور اپنے وجود کی کامیابی پر نازاں ہے لیکن اس کی حس ختم ہو چکی ہے دل کے دروازے پر شہرت کا پردہ پڑا ہوا ہے اور قوم کا سب سے بڑا دشمن بنا بیٹھا ہے کوئی ہے جو اس کے کرتوتوں کا آئینہ دکھائے

بدنظمی، مادیت پرستی سے چھٹکارادلائے بے جا آزادی اورعریانیت سے نکال کر دنیا کو مغربی تہذیب کی اندھی تقلید سے بچائے۔

آج کے ماڈرن زمانے کا سربراہ مغرب صنف نازک کی عفت وعصمت، عزت اورحمیت کوتارتار کرنے میں اہم رول ادا کر رہا ہے کبھی ڈیزائن ڈیزائن کے لباس کی شکل سے کبھی نجی رہن سہن کے اطوار سے تو کبھی عیش وآرام موج ومستی سے اور دنیا ہے کہ اس کی اداؤں پر فدا ہوتی چلی جارہی ہے جو جتنا فحش وبے حیائی کا مظاہرہ کرے اتنا ہی اسے بڑے ایوارڈ سے نوازا جارہا ہے۔عریانیت ونیم عریانیت نے برقع، نقاب، اسکارف پر پابندی لگادی جب کہ جج حضرات یہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ ہم کوقانونی درجہ ملنا ہی حقیقی آزادی ہے اگر ماحول کا تجزیہ کیا جائے تو بخوبی واضح ہوگا کہ عورت جوکل تک شمع خانہ تھی آج وہ محفل شمع بن گئی ہے جسے آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی حرام وعیب سمجھا جاتا تھا صنعتی انقلاب نے اسے جائز وباعث فخر بنادیا۔

مقابلہ حسن کے نام پر اخبارات کی سرخیوں سے لاکھوں کروڑوں کی آمدنی ہو رہی ہے عریانیت کوحصول دولت قرار دیا جارہا ہے۔

انسانی شرافت کا خون ہورہا ہے اورجنسی بے راہ روی عام ہوتی جارہی ہے اور دنیا ترقی کی راہ پر گامزن ہوتی چلی جارہی ہے۔افسوس ایسی ترقی پرجس سے اسلام کی توہین ہو، اخلاق وکردار کی دھجیاں اڑجائیں، ایسی بلندی کی کس کوضرورت ہے جواللہ ورسول ﷺ کو ناپسند ہو۔

حضور ﷺ کی پیشین گوئی

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ عورتیں لباس پہنے ہوں گی مگر ننگی ہوں گی یعنی ان کے لباس اس طرح باریک اور پتلے ہوں گے کہ اس

سے پورے جسم کی نمائش ہوگی آج کل ایسے ہی لباس عورتیں زیب تن کررہی ہیں اور اس کو باعث فخر سمجھتی ہیں کہ ہم نے نئے ماڈل کا لباس پہن لیا ہے اللہ رب العزت نے سورہ اعراف میں فرماتا ہے۔''یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَرِیْشًا'' اے آدم کی اولاد ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا ہے جو تمہارے بدن کو چھپاتا ہے اور موجب زینت بھی ہے آیت کریمہ سے یہ بات ظاہر ہے کہ لباس اور پردہ مقاصد شرعی میں سے ہے اور برہنگی اورنیم برہنگی کا فلسفہ خواہ اس کی تبلیغ یورپ اورامریکہ سے ہورہی ہو یااس کی ترویج ایشیا اورافریقہ کے وحشی اورغیر مہذب قوموں میں ہو یہ ایک شیطانی فلسفہ ہے جوانسان کوانسانیت سے ہٹا کر بہیمیت اورحیوانیت کی طرف دھکیل دیتا ہے۔''وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْرٌ ذٰلِکَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ لَعَلَّھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ'' اورتقویٰ کالباس اس سے بھی بڑھ کر ہے یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے۔مطلب یہ ہے کہ دینداری کا معنوی لباس اس ظاہری لباس سے بھی بڑھ کر ہے اس دور کا سب سے بڑا فتنہ عریانیت ہے جس کے دھارے میں بہت سے مہذب خاندان بھیے جارہے ہیں بس اللہ ہی حفاظت فرمائے۔

پردہ نشینی جرم کے دائرے میں

یورپ اورمغربی دنیا بے پردگی اورعریانیت کوجسم کی نمائش شان وشوکت اور سرمایہ فخر قرار دیتے ہوئے اپنی حیوانیت کا مظاہرہ کررہی ہے۔جہاں مردوں کے جسم پرکپڑے بڑھتے جارہے ہیں ان کے لئے مختلف لباس کا انتخاب ہورہا ہے وہیں حقوق نسواں، آزادی نسواں کے نعرے لگا کرصنف نازک کا استحصال کررہی ہے اس کے جسم کی خرید وفروخت کے بازار گرم کئے جارہے ہیں اورانہیں نسل نوع کی تخلیق، پرورش، تادیب وتربیت کے فطری فریضہ سے سبکدوش کرکے پردہ نشینی کو جرم قرار

دے رہی ہے۔حالانکہ قرآن انسان کو شیطانی اغواپر عریانیت اختیار کرنے سے بچنے کی تاکید کرتا ہے۔

’’اے اولاد آدم ہم نے تم پر لباس نازل کیا ہے کہ تمہارے جسم کے قابل شرم حصوں کو ڈھانکے اور تمہارے جسم کی حفاظت وزینت کا ذریعہ بھی ہو اور بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے اے آدم کی اولاد شیطان تمہیں کہیں فتنہ میں مبتلا نہ کرے، جس طرح تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو مبتلا کیا تھا۔انہیں جنت سے نکلوادیا اور ان کے لباس ان پر سے اتروا دیے تاکہ ان کی شرمگاہیں ایک دوسرے کے سامنے کھولے۔‘‘(سورہ اعراف)

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر

آج قرآنی احکامات کو طاق نسیان پر رکھ دیا گیا ہے اور غیروں کی اندھا دھند تقلید کو اپنایا جارہا ہے۔

جس کی وجہ سے پستی ہمارا مقدر بن چکی ہے دین ودنیا میں فلاح وبہبود کا ضامن اور کفیل قرآن وسنت کی پیروی ہے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر
اور ہم خار ہوئے تارک قرآں ہوکر

حضور نبی اکرم ﷺ نے دنیا سے رخصت ہوتے وقت فرمایا تھا’’تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَسُنَّتِیْ‘‘ میں تمہارے درمیان دومرکزنقل چھوڑ جاتا ہوں دو بھاری اور وزنی چیز میں چھوڑ جاتا ہوں ایک اللہ کی کتاب اور اپنا عملی راستہ یہ دومرکز نقل ہیں جو قیامت تک چلتے رہیں گے۔

جب تک ہم نے قرآن وسنت کو اپنائے رکھا قرآن وسنت کے مطابق ہم نے زندگی گذاری دنیا کی سربلندی ہم کو حاصل رہی اور غیروں نے ہماری تقلید کی لیکن جب ہم نے قرآن کو پڑھنا اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا تو غیروں کی کاسہ لیسی کرنی پڑی۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا’’اَعْمَالُکُمْ عُمَّالُکُمْ‘‘ تمہارے اعمال ہی تمہارے حاکم ہوں گے آج یہی ہورہا ہے کہ ہم کو شریعت کا کوئی پاس ولحاظ نہیں رہا نہ فرائض کا اہتمام نہ واجبات کی پابندی نہ سنن ومستحبات کی رعایت ہے پردہ جیسی عظیم چیز سے ہم کس طرح بیزار ہورہے ہیں آج جو غیر ممالک میں برقع پر پابندیاں عائد ہورہی ہیں۔

’’اَعْمَالُکُمْ عُمَّالُکُمْ‘‘ اگر یہ کہوں تو غلط نہ ہوگا کہ یہ ہمارے ہی اعمال بدکا نتیجہ ہے اگر ہم احکام اسلام پر مضبوطی سے عمل کرتے تو کوئی اس طرح کے قوانین پاس نہیں کراسکتا تھا پردے کے فوائد وثمرات تو آج اس قدر مسلم ہیں کہ غیر بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ پردے کی وجہ سے عورتوں کی عفت وعصمت محفوظ رہتی ہے غیر محرموں کی ہوسناک نگاہوں کا نشانہ بننے سے خواتین محفوظ رہتی ہیں اور جب برقع کے ساتھ عورتیں چلیں گی تو کوئی ان کو دیکھ نہیں سکتا اور جب کوئی ان کو دیکھے گا نہیں تو کوئی فتنہ رونما نہیں ہوسکتا ہے۔

موبائل اور انٹرنیٹ سے تباہی

حالات حاضرہ کی حدیث مبارکہ’’رُبَّ کَاسِیَةٍ عَارِیَةٌ‘‘ سے معنی خیز عکاسی ہو رہی ہے، شارع اسلام آقا مدنی ﷺ کا یہ فرمان کہ بہت سی عورتیں ہیں جو باوجود ملبوس ہونے کے بے لباس ہی رہتی ہیں بے شرمی کا ایسا اندوہناک عالم بپا ہے کہ شیطان بھی شرم سے سرجھکا رہا ہے ابھی بھی ہوش کے ناخن لینے کا وقت ہے مغربی

ممالک کی تہذیبوں کوالوداع کہیں وہاں کے کارہائے بود وباش کو پاؤں تلے روندیں تو وہ دن دور نہیں کہ نہ صرف ہمیں اپنا کھویا مقام حاصل ہوگا بلکہ اللہ رسول کی نگاہ میں معززترین ہوجائیں گےاوردوسروں کیلئے قابل تقلید قوم بن کے ابھریں گے۔

اس وقت کمپیوٹر،انٹرنیٹ،موبائل فون کی ریل پیل ہے اتفاق سے ہندوستان بھی انہیں ترقی یافتہ ممالک میں شامل ہے ایک عالمی سروے کے مطابق سب سے زیادہ موبائل استعمال کرنے والے دس ملک میں ہمارا ملک دوسرے نمبر پر ہےاورانٹرنیٹ کی دنیامیں تیسرے مقام پر ہے دیگر نئے چیلنجز کی تعداد بھی لگ بھگ سو سے زیادہ ہوچکی ہے۔

فی نفسہ ان میں کوئی قباحت نہیں لیکن ان کا بے جااستعمال انسانیت کوتباہی کے دہانے پر لے جارہا ہے۔موبائل فون پر جتنی ضرورت پوری ہورہی ہے۔اس سے کہیں زیادہ دروغ گوئی،فریب کاری اور بے حیائی پھیلتی جارہی ہے اوراتنا ہی انسان سست مزاج،آرام پسند ہوتا جارہا ہے،پہلے بیسوں نمبرات ذہن نشین تھےقوت حافظہ مضبوط تھی۔آن کی آن اپنے ذہن سے مسائل کا حل نکالتا تھاکسی اور کی مدد کا محتاج نہ تھااوربے شمار چیزوں پرکمال درجہ دسترس حاصل تھی۔

موبائل کی آمد نے انسان کوخالی الذہن،ضعیف الحافظہ بنادیا۔اسی طرح وہ چھوٹی چھوٹی چیز کیلئے بھی مجبور ہورہا ہےاورآئے دن نئی نئی پریشانیوں کا سامنا کررہا ہے۔افسوس کہ دنیااسے ترقی کا نام دے رہی ہے۔

بھلاوہ کیسی ترقی ہےجس سے اخلاق وکردار کی پامالی ہوشریعت میں جس کا نہ کوئی اعتبار ہواور نہ اس طرح کا کوئی قصور ہو یہ تو سراسر تنزلی ہے۔ایک سلیم الطبع شخص کیلئے یہ ڈھکی چھپی بات نہیں ہے آج انسان فیشن کے نام سےفواحشات میں مبتلا ہے۔

فوائد بھی نقصان بھی

میرے عرض کرنے کا یہ مقصد نہیں کہ موبائل اورانٹرنیٹ بالکل بے کار چیزیں ہیں ان سے کوئی بھی فائدہ نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ موبائل کی وجہ سے لوگوں کی طبیعتیں سست ہوگئی ہیں ان کے بیجا استعمال کی وجہ سے لوگوں میں دروغ گوئی اور بے حیائی بڑی تیزی سے پھیلتی جارہی ہے آج گھر گھر نہیں بلکہ گھر کے کئی افراد کے ہاتھوں میں موبائل ہوتے ہیں اورموبائل سے کھیلنے میں اس طرح مصروف ہوتے ہیں کہ پڑھنے لکھنے کا بعض بچوں کو خیال نہیں ہوتا اورمختلف قسم کے موبائل ایجاد ہوگئے ہیں جس کی وجہ سے بہت سے لوگ سنیما تھیٹر میں نہیں دیکھنے جاتے تھے اب وہ موبائل پر ہی اپنی ضرورتوں کو پورا کر لیتے ہیں اورانٹرنیٹ تو الامان والحفیظ دنیا بھر کی گندی تصاویر آج انٹرنیٹ پر دیکھی جاسکتی ہے انٹرنیٹ کے تعلق سے تھوڑی بہت جانکاری رکھنے والی لڑکی بھی آج اس کواستعمال کر کے گناہوں میں ملوث ہوئے بغیر نہیں رہتی اگرآپ گھر کے اندرانٹرنیٹ رکھیں تو مکمل طور پراس کی نگہداشت رکھیں کہ گھر کے افراد کمسن بچے کہیں اس کی وجہ سے بگڑ تو نہیں رہے ہیں ہرروزاس کو چیک کریں کہ بچوں نے کیا کیا دیکھا ہے تاکہ غلط اور گندی تصاویر بچوں کی نظر سے نہ گزریں،اگرآپ صحیح طور سے انٹرنیٹ کااستعمال کرتے ہیں تواس کے بھی بے شمار فوائد ہیں دنیا کی خبریں آپ کوانٹر نیٹ پرمعلوم ہوسکتی ہیں آپ کسی بھی کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیں قرآن تفسیر فقہ اور بہت سی دینی کتابیں آپ کوانٹرنیٹ پرمل جائیں گی کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگراس کا استعمال صحیح ہوتو فائدہ ہے اگراس کا استعمال غلط ہوتو گناہ ہی گناہ ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کوسمجھ عطافرمائے۔آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ☆

امہات المومنین رضی اللہ عنہن کا کردار خواتین کے لئے مشعلِ راہ

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ . وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ . اَمَّابَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَا اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا وَقَالَ تَعَالٰى اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

محترم خواتین، میری ماؤں اور بہنو!

اس وقت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ازواج مطہرات کا ذکر خیر آپ کے سامنے کرتا ہوں ازواج مطہرات کی پاکدامنی ان کی فضیلت و برتری کیلئے صرف یہی چیز کافی ہے کہ اللہ رب العزت ان کی پاکی کی گواہی دیتا ہے اہل بیت سے مراد آپ علیہ السلام کی بیویاں ہی ہیں کیوں کہ اہل کا اطلاق عرف عام میں بیوی پر ہوتا ہے البتہ اہل بیت میں آپ علیہ السلام کی صاحبزادی نواسے اور داماد بھی شامل ہیں بلکہ بعض حیثیت سے وہ زیادہ مستحق ہیں اہل بیت ہونے کے، ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ حسن رضی اللہ عنہ حسین رضی اللہ عنہ کو ایک چادر میں لے کر فرمایا ''اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلِ بَيْتِي'' اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان سے گذرتے تو فرماتے : ''اَلصَّلٰوةُ اَهْلَ الْبَيْتِ يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ'' اے اہل بیت نماز کا وقت ہوگیا ہے اللہ چاہتا ہے کہ تم سے گندی باتیں دور کردے اور قرآن کریم میں غور وفکر کرنے سے یہ بات بخوبی معلوم ہوجاتی ہے۔

یہاں اہل بیت سے مراد ازواج مطہرات ہیں تو خلاصہ یہ نکلا کہ اہل بیت میں ازواج مطہرات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اور نواسے سبھی شامل ہیں، میں صرف ازواج مطہرات کا مختصر سا تذکرہ آپ سامعین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں کیوں کہ ان کی زندگیاں ہمارے لئے مشعل راہ ہیں زندگی کے تمام پہلوؤں کیلئے ان کی سیرت میں نمونہ اور عمدہ پیروی ہے وہ دنیا وآخرت کی بہترین خواتین ہیں اسلئے کہ ان کی نسبت بڑی اونچی ہے دنیا کی کوئی خاتون زہد وعبادت میں کتنی ہی ترقی کیوں نہ کرلے لیکن ازواج مطہرات کے درجہ کو کبھی نہیں پہونچ سکتی۔

ازواج مطہرات کی تعداد

حدیث کی مستند اور معتبر روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی زوجیت میں جو عورتیں آئیں اور آپ ﷺ کے ساتھ ان کو رہنے کا شرف حاصل ہوا ان کی کل تعداد گیارہ ہے حضرت خدیجہ بنت خویلد، حضرت سودہ بنت زمعہ، حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب، حضرت زینب بنت خزیمہ، حضرت ام سلمہ، حضرت زینب بنت جحش، حضرت ام حبیبہ، حضرت جویریہ بنت الحارث، حضرت صفیہ بنت بن اخطب، حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہن۔ ان میں حضرت خدیجہ اور حضرت زینب بنت خزیمہ کی آپ ﷺ کی حیات ہی میں وفات ہوگئی اور باقی بیویوں کی وفات آپ ﷺ کے وصال کے بعد ہوئی اور جنت البقیع میں تدفین عمل میں آئیں اس وقت آپ کے سامنے پانچ امہات المؤمنین کا تذکرہ کرتا ہوں۔

اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا

آپ رضی اللہ عنہا کا نام ہند اور کنیت اُم سلمہ تھی۔ یہ اپنی کنیت کے ساتھ ہی زیادہ مشہور ہیں۔ ان کے والد کا نام حذیفہ اور بعض مورّخین کے نزدیک سہیل ہے۔ لیکن اس پر تمام مورّخین متفق ہیں کہ والدہ کا نام عاتکہ بنت عامر ہے۔ ان کی پہلی شادی حضرت ابوسلمہ عبداللہ سے ہوئی تھی جو حضور ﷺ کے رضاعی بھائی تھے۔ یہ دونوں میاں بیوی اعلانِ نبوت کے بعد جلد ہی دامن اسلام میں آگئے تھے اور سب سے پہلے ان دونوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی تھی۔ کئی سال حبشہ میں رہنے کے بعد یہ دونوں میاں بیوی مکہ واپس چلے آئے۔ حضور اکرم نے جب مسلمانوں کو ہجرت کا حکم دیا تو یہ بھی اپنے شوہر کے ساتھ مدینہ کے سفر کے ارادہ سے قافلے کے ساتھ جا ملیں لیکن ان کے

قبیلہ بنو مغیرہ نے اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو جانے کی اجازت نہیں دی اور بزور طاقت ان کو روکا۔ آخر کار ان کے شوہر ابوسلمہ عبداللہ مدینہ تشریف لے گئے۔ اس جدائی کا اُم سلمہ رضی اللہ عنہا پر بہت گہرا اثر ہوا۔

صبح ہوتے ہی وہ گھر سے نکل جاتیں اور کسی سنسان ٹیلے پر بیٹھ کر شام تک روتی رہتیں اور سورج غروب ہونے سے قبل گھر واپس آتیں۔ اسی طرح ایک سال گزر گیا۔ آخر کار ایک سال کے بعد آپ رضی اللہ عنہا کے خاندان والوں نے انہیں اپنے شوہر اور بچوں کے پاس مدینہ جانے کی اجازت دے دی۔

ابوسلمہ رضی اللہ عنہا کی شہادت اور آپ ﷺ سے نکاح

حضرت ام سلمہ مدینہ آکر اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ رہنے لگیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے شوہر ابوسلمہ عبداللہ ایک جنگ میں شہید ہوگئے۔ اب ام سلمہ رضی اللہ عنہا بے سہارا ہوگئی تھیں۔ ایک طرف بچوں کی پرورش اور ان کی کفالت کا مسئلہ ان کے سامنے آکھڑا ہوا تو دوسری جانب اپنے شوہر کی محبت یہ تمام باتیں ان کے دماغ پر بوجھ بن کر رہ گئیں۔

آپ رضی اللہ عنہا کی سیرت اور حسنِ اخلاق دیکھ کر حضور ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی معرفت ام سلمہ کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا۔

ام سلمہ نے جواب میں کہا کہ میں بے سہارا ہوں اور میرے چار بچے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں بچوں کا کفیل ہوں۔ اس طرح ام سلمہ کا نکاح آپ ﷺ کے ساتھ ہوا۔

حضرت ام سلمہ نے تقریباً ۸۴ برس کی عمر پائی، ازواجِ مطہرات میں آپ رضی اللہ عنہا نے سب سے زیادہ عمر پائی اور تمام امہات المومنین کے بعد آپ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا بہت سی حدیثیں آپ سے مروی ہیں۔ واقعہ کربلا آپ کی حیات میں پیش

آیا۔آپ کے جنازے میں بہت سے صحابہ اور تابعین شریک تھے،حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ کو جنت البقیع میں سپردخاک کیا گیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کس طرح دین کی خاطر قربانیاں برداشت کیں اور تن تنہا اونٹ پر سوار ہو کر اپنے چھوٹے سے بچے سلمہ کو لے کر مدینہ طیبہ روانہ ہوگئیں راستہ میں ایک عثمان بن طلحہ نے آپ کو مدینہ طیبہ پہونچادیا وہاں وہ اپنے شوہر سے جاملیں ان کے شوہر نے غزوۂ احد میں شرکت کی اسی موقع پر ان کو ایک شدید زخم لگا لیکن وہ ٹھیک ہوگیا پھر بعد میں کسی دوسرے غزوہ میں بڑا ہوگیا اور ان کی وفات ہوگئی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے لئے پردیس میں شوہر کی وفات بہت بڑا حادثہ بن گئی وہ اپنے شوہر کو بے مثال شوہر سمجھتی تھیں اور ان کے بعد ان کو ان سے بہتر یا ان جیسا شوہر ملنے کی امید نہ تھی پھر آپ ﷺ نے عدت گزارنے کے بعد پیغام نکاح دیا اور وہ حرم نبوی میں آئیں۔

ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

یہ حضور ﷺ کی پھوپھی حضرت اُمیہ بنت عبدالمطلب کی صاحب زادی ہیں، حضور ﷺ نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح کرادیا تھا۔لیکن یہ شادی کامیاب نہ ہوئی اور ایک دن زید بن حارثہ نے حضرت زینب کو طلاق دے دی۔اس واقعہ سے فطری طور پر حضور ﷺ کے قلب نازک کو صدمہ گزرا۔ چنانچہ جب عدت گزر گئی تو محض حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی دلجوئی کے لئے حضور ﷺ نے حضرت زینب کے پاس اپنے نکاح کا پیغام بھیجا۔اس وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عمر ۳۶ ربرس کی تھی۔

روایت ہے کہ یہ پیغام بشارت سن کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے دو رکعت نماز ادا کی اور سجدے میں سر رکھ کر یہ دُعا مانگی کی خداوند کریم! تیرے رسول نے مجھے نکاح کا پیغام بھیجا ہے اگر میں تیرے نزدیک ان کی زوجیت میں داخل ہونے کے لائق ہوں تو یا اللہ! تو ان سے میرا نکاح فرمادے، ان کی یہ دُعا قبول ہوئی اور حضور نے حضرت زینب کو اپنے نکاح میں لے لیا۔

یہاں ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ عربوں میں یہ رسم تھی کہ متبنّٰی (گود لئے لڑکے) کو حقیقی اولاد میں شمار کیا جاتا تھا۔حضرت زید کو حضور ﷺ سے بے حد عقیدت اور محبت تھی۔آپ ﷺ نے حضرت زید کی عقیدت کا یہ عالم دیکھا تو انہیں آزاد کردیا اور اپنا بیٹا بنالیا،حضرت زینب رضی اللہ عنہا بڑے فخر سے کہا کرتی تھیں کہ میرے نکاح کا فیصلہ باری تعالیٰ نے خود کیا ہے۔

حضور ﷺ نے ان کے ساتھ نکاح پر جتنی بڑی دعوتِ ولیمہ فرمائی اتنی بڑی دعوت ولیمہ ازواجِ مطہرات میں سے کسی کے ساتھ نکاح کے موقع پر نہیں فرمائی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی سخاوت

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بڑی سخی، فیاض اور فہم وفراست کی مالکہ تھیں۔آپ رضی اللہ عنہا کے مزاج میں رحم دلی اور ہمدردی کا مادہ بہت زیادہ تھا۔آپ رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھ سے دستکاری کا کام کرتی تھیں اور اس سے جو رقم حاصل ہوتی تھی وہ محلے کے یتیم بچوں اور ضرورت مندوں میں تقسیم کردیتی تھیں۔رسولِ خدا ﷺ نے ایک مرتبہ امہات المومنین کے بارے میں فرمایا کہ تم میں سے جس کے ہاتھ زیادہ دراز ہوں گے وہی مجھ سے جلد ملے گی۔اس بارے میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اس حدیث کو سن کر تمام ازواج مطہرات اپنے اپنے ہاتھ ناپنے لگیں۔حالانکہ حضور ﷺ کی مراد یہ تھی تم میں سے جو

سب سے زیادہ سخی اور فیاض ہوگی اُسے میری قربت حاصل رہے گی۔ یہ وصف حضرت زینب کو سب سے زیادہ حاصل تھا۔ وہ اپنے دستِ مبارک سے محنت کرتی تھیں اور اس سے جو کچھ حاصل ہوتا تھا اسے اپنی ذات پر اور باقی غریب مسکینوں میں تقسیم کردیتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا ہمیشہ حضور سرورِ کائنات ﷺ کی مطیع اور فرمانبردار رہی ہیں۔ ایک بار حضرت عمر نے سالانہ وظیفہ ان کے پاس بھیجا جسے حضرت زینب نے اسی وقت غربا اور مساکین میں تقسیم کروادیا۔ حضرت عمر کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو وہ ایک ہزار درہم لے کر خود حضرت زینب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درہم آپ کی خدمت میں رکھ دیے۔

حضرت زینب نے اپنی لونڈی سے کہا کہ جا اور تمام درہم غربا میں ضرورت مندوں میں تقسیم کردے۔ حضرت عائشہ ان کی شان میں فرمایا کرتی تھیں کہ زینب ہی تھیں جو بارگاہِ رسالت میں میری منزلت میں برابر تھیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ۲۰ھ میں وفات پائی۔ اس وقت ان کی عمر ۵۲ سال کی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ آپ کا مزار جنت البقیع میں ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح سے رسم جاہلیت مٹ گئی

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے واقعہ میں بہت سی دینی حکمتیں اور مصلحتیں بھی ہیں اس میں اسلامی مساوات کا بھی اظہار ہے کہ نکاح میں باوجودے کہ کفو معتبر ہے لیکن ایک معزز خاندان کی لڑکی ایک آزاد کردہ غلام سے یا کسی معمول حسب ونسب رکھنے والے لڑکے سے بھی بیاہی جاسکتی ہے اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر اللہ اور رسول کسی بات کا حکم کریں تو کسی کو اختیار باقی نہیں رہتا بلکہ اس کو حتمی طور پر کرنا ہی ضروری ہے اسی طرح حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح پر منافقین نے بہت شور غوغا کیا

کہ ایک شریف اور معزز خاندان کی لڑکی ایک آزاد کردہ غلام سے بیاہ دی گئی اسی طرح جب آپ علیہ السلام نے ان سے نکاح کیا تو کہنے لگے کہ محمد نے تو بہو کو اپنی بیوی بنالیا لیکن ان کے شور وغل کی وجہ سے آپ ﷺ نے کسی چیز کو چھوڑا نہیں اس سے معلوم ہوا کہ اگر جہلا کسی بری رسم کی وجہ سے دینی کام میں روڑے اٹکائیں اور لعن طعن کریں تو لعن طعن کو سن لیں مگر دین کا حکم ہرگز نہ چھوڑیں۔

ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

آپ رضی اللہ عنہا کا اصل نام برہ (نیکوکار) تھا لیکن چوں کہ اس نام سے بزرگی اور بڑائی کا اظہار ہوتا تھا اس لیے رسولِ خدا ﷺ نے اس نام کو بدل کر جویریہ (چھوٹی لڑکی) رکھ دیا۔ یہ قبیلہ بنومصطلق کے سردارِ اعظم حارث بن ابی ضرار کی بیٹی تھیں، غزوۂ مریسیع میں جو کفار مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو کر قیدی بنائے گئے تھے اُن ہی قیدیوں میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ جب نبی کریم ﷺ نے جب مال غنیمت کو صحابہ میں تقسیم کیا تو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں۔ انہوں نے حضرت جویریہ سے مکاتبت کرلی یعنی یہ لکھ دیا کہ تم مجھے اتنی رقم دے دو تو میں تمہیں آزاد کردوں گا۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں اپنے قبیلہ کے سردارِ اعظم حارث بن ابی ضرار کی بیٹی ہوں اور مسلمان ہوچکی ہوں۔ مگر میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ میں ادا کر کے آزاد ہو جاؤں۔ اس لئے آپ اس وقت میری مالی امداد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں اس سے بہتر سلوک تمہارے ساتھ کروں تو کیا تم اس کو منظور کرلوگی؟ انہوں نے پوچھا کہ یارسول اللہ! آپ اس سے بہتر میرے ساتھ کیا سلوک فرمائیں گے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ

میں چاہتا ہوں کہ مکاتبت کی رقم میں خود تمہاری طرف سے ادا کردوں اور پھر تم کو آزاد کرکے تم سے نکاح کرلوں تاکہ تمہارا خاندانی اعزاز اور وقار برقرار رہ جائے۔ یہ سن کر حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی شادمانی کی انتہا نہ رہی اور انہوں نے اس عزاز کو خوشی خوشی منظور کرلیا۔ چنانچہ حضور ﷺ نے مکاتبت کی رقم ادا فرما کر اور حضرت جویریہ کو آزاد کرکے انہیں ازواجِ مطہرات میں شامل فرمالیا اور وہ ''اُم المومنین رضی اللہ عنہا'' کے اعزاز سے سرفراز ہوگئیں۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی برکت

جب اسلامی لشکر میں یہ خبر پھیلی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمالیا ہے تو تمام مجاہدین ایک زبان ہوکر کہنے لگے کہ جس خاندان میں رسول اللہ ﷺ نے نکاح فرمالیا اس خاندان کا کوئی فرد لونڈی یا غلام نہیں رہ سکتا۔ حضرت عائشہ فرمایا کرتی تھیں کہ دنیا میں کسی عورت کا نکاح حضرت جویریہ کے نکاح سے بڑھ کر مبارک ثابت نہیں ہوا کیوں کہ اس نکاح کی وجہ سے تمام خاندان بنی مصطلق کو غلامی سے نجات حاصل ہوگئی۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے دو بھائی عبداللہ بن حارث اور عمرو بن حارث اور ایک بہن عمرہ بنت حارث تھے۔ یہ تینوں بھی مسلمان ہوکر صحابیت کے شرف سے سربلند ہوئے۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے بھائی کا قبول اسلام

ان کے بھائی عبداللہ بن حارث کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ بہت ہی تعجب خیز بھی ہے اور دلچسپ بھی، یہ اپنی قوم کے قیدیوں کو چھڑانے کے لئے بہت سے اونٹ اور مال واسباب لے کر مدینہ آئے۔

راستے میں دو اونٹ جو بہت اچھے تھے، ان کو ایک گھاٹی میں چھپا دیا۔ باقی مال واسباب لے کر مدینہ آئے اور انہوں نے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ اے محمد ﷺ آپ نے میری بہن کو قید کر رکھا ہے۔ مجھ سے فدیہ لے کر اس کو آزاد کردیجئے اور میرے حوالے کردیجئے، یہ کہہ کر وہ تمام مال واسباب جو لے کر آئے تھے، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کردیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اونٹ کہاں ہیں اور وہ لونڈی کدھر گئی جن کو تم گھاٹی میں چھپا کر آئے ہو؟

یہ سن کر عبداللہ بن حارث حیرت میں مبتلا ہوگئے کہ آنحضور ﷺ کو اونٹ چھپانے کی اطلاع کہاں سے ملی۔ دفعتہً عبداللہ بن حارث کو حضور ﷺ کے رسول صادق ہونے کا یقین ہوگیا اور اسی وقت اسلام قبول کرلیا اور کہا کہ واللہ! آپ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے سچے و برحق نبی ہیں کیوں کہ ان اونٹوں کو چھپانے کا علم میرے اور اللہ کے سوا کسی اور کو نہ تھا۔

عبداللہ بن حارث جب مسلمان ہوئے اور انہیں معلوم ہوا کہ ان کی بہن کے ام المومنین ہونے کی وجہ سے اب ان کا مرتبہ اور بھی بلند ہوگیا ہے تو وہ اتنی تاخیر سے ایمان لانے پر افسوس کرنے لگے۔ اس وقت عبداللہ بن حارث بہت خوش تھے۔ انہوں نے اپنی بہن حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کی اور چند روز قیام کرکے خوشی خوشی اپنے گھر کو لوٹ گئے۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا وصال

ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نہایت عابدہ، زاہدہ اور پرہیزگار تھیں۔ نمازِ پنج گانہ کے علاوہ کثیر تعداد میں نوافل پڑھا کرتیں، استغفار میں زیادہ وقت گزارتی تھیں

اور حالتِ بیداری میں بہت کم مصلیٰ سے جدا ہوتی تھیں۔حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی سات حدیثیں بخاری شریف میں اور دو حدیثیں مسلم شریف میں ہیں۔۵۰ھ میں مدینہ منورہ میں ان کا انتقال ہوا، جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

ان کا نام رملہ اور کنیت ام حبیبہ تھی یہ سردارِ مکہ ابوسفیان کی صاحبزادی ہیں۔ان کی والدہ کا نام صفیہ بنت ابوالعاص بن اُمیہ ہے جو امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں، یہ پہلے عبیداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں۔میاں بیوی دونوں نے اسلام قبول کرلیا تھا اور دونوں ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے لیکن حبشہ پہنچ کر ان کے شوہر عبیداللہ بن جحش پر ایسی بدنصیبی سوار ہوئی کہ وہ اسلام ترک کر کے نصرانی ہو گئے اور شراب پیتے پیتے نصرانیت پر ہی مر گئے، مگر حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا استقامت کے ساتھ اسلام پر ثابت قدم رہیں۔

اس واقعہ کی خبر جب حضور ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ کو سخت رنج ہوا۔حضرت ام حبیبہ کا صبر واستقلال، دینِ محمدی ﷺ سے عقیدت ومحبت اور ان کی بے بسی کے تقاضے نے حضور ﷺ کے دل میں ام حبیبہ کا مرتبہ بلند کر دیا اور ایسا مسئلہ کھڑا کر دیا جس کا حل ضروری تھا۔چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت عمر کو اپنا خط دے کر بادشاہ نجاشی کے پاس حبشہ روانہ کیا اور خط نجاشی کو لکھا کہ اگر اُم حبیبہ میرے نکاح میں آنے کے لئے رضامند ہوں تو تم وکیل بن کر میرا نکاح ام حبیبہ کے ساتھ کر دو، نجاشی کے پاس جب آپ ﷺ کا خط پہنچا تو نجاشی تعمیل حکم کے لئے تیار ہو گئے اور اپنی ایک لونڈی کو حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا۔وہ حضرت ام حبیبہ سے ادب کے ساتھ مخاطب ہوئی اور عرض کیا کہ بادشاہ نے مجھے آپ کی خدمت میں اس لئے بھیجا ہے کہ

میں حضرت محمد ﷺ کے اس خط کا تذکرہ آپؓ سے کروں جو حضور ﷺ نے شاہِ نجاشی کو لکھا ہے، حضور ﷺ اس خط میں حبشہ کے شاہ سے مخاطب ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کے ساتھ آپ کا نکاح سن کر حضرت اُم حبیبہ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں اور اپنی رضامندی دیتے ہوئے اس لونڈی سے فرمایا کہ تو نے یہ پیغام لا کر کے مجھے خوش کیا، اللہ تجھے خوش رکھے۔انہوں نے پیغام سن کر اللہ تعالیٰ کا شکرانہ میں اپنے تمام زیور جو جسم پر تھے، اس لونڈی کو عطا فرما دیئے اور حضرت خالد بن سعید کو جو اُن کے ماموں کے لڑکے تھے، اپنے نکاح کا وکیل بنا کر نجاشی کے ساتھ بھیج دیا۔

حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح شاہی دربار میں

نجاشی نے اپنے شاہی محل میں نکاح کی مجلس منعقد کی اور حضرت جعفر بن ابی طالب اور دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو جو اس وقت حبشہ میں موجود تھے، اس مجلس میں بلایا، نجاشی نے خود ہی خطبہ پڑھ کر سب کے سامنے رسول اللہ ﷺ کا حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کر دیا اور چار سو دینار اپنے پاس سے مہر ادا کیا۔نجاشی کی جانب سے جملہ حاضرین کو کھانا کھلایا گیا۔اس طرح حضرت اُم حبیبہ ام المومنین کے لقب سے سرفراز ہوئیں، ام لمومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ۴۴ھ میں مدینے میں وفات پائی اور آپ رضی اللہ عنہا کو جنت البقیع میں سپرد خاک کیا گیا۔

اسلام کی خاطر قربانیاں

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری حسن وجمال کے ساتھ باطنی کمالات سے بھی نوازا تھا وہ پہلے ایمان لانے والیوں میں ہیں جب مکہ میں مسلمانوں پر ظلم وستم ہونے لگا تو مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی انھیں میں

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ہیں جو اپنے شوہر عبیداللہ بن جحش کے ساتھ ہجرت کر گئیں وہاں جا کر عبیداللہ نصرانی ہو گیا اور نصرانیت میں ہی وفات ہو گئی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ایسے وقت میں اسلام قبول کیا جب کہ ان کے گھر کے کسی فرد نے اسلام قبول نہیں کیا تھا پھر ہجرت کر کے حبشہ چلی گئیں وہاں شوہر ہی سب سے بڑا سہارا تھا مگر افسوس کہ جس دین کی حفاظت کی خاطر اپنے وطن عزیز مکہ مکرمہ چھوڑا تھا اسی کو گنوا بیٹھا اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو بھی نصرانیت اختیار کرنے کے لئے کہا مگر انہوں نے اپنی ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نصرانیت قبول کرنے سے انکار کر دیا اسی طرح ابو سفیان حالت کفر میں ایک مرتبہ مدینہ منورہ آئے تو اپنی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے یہاں بھی تشریف لے گئے حضور ﷺ کا بستر لگا ہوا تھا اس پر بیٹھنا چاہا تو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے بستر کو لپیٹ دیا ابوسفیان نے حیرت سے پوچھا کہ بستر کو میرے لائق نہیں سمجھا یا مجھے بستر کے لائق نہیں سمجھا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ اس بستر پر بیٹھنے کے لائق نہیں ہیں۔ یہ آپ ﷺ سے بے پناہ محبت کی دلیل ہے۔

اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

ان کا اصلی نام زینب تھا۔ حضور ﷺ نے ان کا نام صفیہ رکھ دیا۔ یہ قبیلہ بنو نضیر کے سردارِ اعظم حُیی بن اخطب کی بیٹی ہیں۔ ان کی ماں کا نام برہ تھا۔ خیبر کے تمام یہودی قبائل حُیی بن اخطب کا بے حد احترام کرتے تھے اور قبیلے میں اُن کا شمار بلند مرتبہ شخصیت کے طور پر ہوتا تھا۔ جب خیبر فتح ہوا تو حضرت صفیہ بھی یہودی قیدیوں کے ساتھ گرفتار ہوئیں۔ جب اسیرانِ جنگ اکٹھا کیے گئے تو دحیہ کلبی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور ایک لونڈی طلب کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی پسند سے ان قیدیوں میں سے کوئی لونڈی لے لو۔ انہوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو لے لیا لیکن ایک

صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! حضرت صفیہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کی شہزادی ہیں۔ ان کے خاندانی اعزاز کا تقاضا ہے کہ آپ ان کو اپنی ازواجِ مطہرات میں شامل فرمالیں پھر اس سے یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان خوشگوار تعلقات قائم ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے ان کو لے لیا اور ان کے بدلے میں انہیں دوسری لونڈی عطا فرمائی پھر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے ان سے نکاح فرمالیا۔

حضور ﷺ کی اولاد سے محبت

اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ کی اولاد سے بہت محبت رکھتی تھیں۔ چنانچہ جب آپ خیبر سے مدینہ آئیں تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کو دیکھنے آئیں۔ حضرت صفیہ نے اپنے جھمکے، جو بہت ہی بیش قیمت اور جواہرات سے جڑے ہوئے تھے، ان کو عطا فرمائے۔

ترمذی شریف کی روایت ہے کہ ایک روز نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا رو رہی ہیں۔ جب آپ نے ان سے رونے کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے کہ ہم دونوں دربارِ رسالت میں تم سے زیادہ عزت دار ہیں کیوں کہ ہمارا خاندان حضور رضی اللہ عنہا سے ملتا ہے۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے صفیہ! تم نے ان دونوں سے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ تم دونوں مجھ سے بہتر کیوں کر ہو سکتی ہو؟

''حضرت ہارون علیہ السلام میرے باپ ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام میرے چچا ہیں اور حضرت محمد ﷺ میرے شوہر ہیں۔ (زرقانی)

ان کا انتقال رمضان ۵۰ ھ میں ہوا۔ یہ بھی مدینہ کے مشہور قبرستان جنت البقیع میں سپرد خاک کی گئیں۔

واللہ یہ اپنے کلام میں سچی ہیں

ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بہت عقلمند ہوشیار خاتون تھیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں آزاد کر کے اختیار دے دیا تھا کہ اگر چاہیں تو اپنے وطن واپس چلی جائیں اور اگر چاہیں تو مسلمان ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کر لیں تو انھوں نے برجستہ کہا ''اَخْتَارُ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَقَدْ کُنْتُ اَتَمَنّٰی ذَالِکَ فِی الشِّرْکِ'' میں تو اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں اب تو الحمد اللہ، اللہ نے مجھے ایمان کی دولت سے نواز دیا میری تو اسلام سے پہلے بھی یہی خواہش تھی انھوں نے اپنا ایک خواب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا کہ جب آپ اور صحابہ کرام خیبر کا محاصرہ کئے ہوئے تھے تو میں نے خواب دیکھا کہ چاند میری گود میں آگیا میں نے اپنے شوہر کنانۃ بن الحقیق سے تذکرہ کیا تو اس نے میرے رخسار پر زور سے طمانچہ مارا کہ اس کا نشان اب تک ہے اور کہا کہ تو عرب کے بادشاہ کو اپنا شوہر بنانے کی تمنا کرتی ہے۔ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے بارے میں کوئی نامناسب بات کہہ دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت ناگواری کا اظہار کیا،ایک دفعہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ان کو یہودیہ کہہ دیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ''اِنَّھَا اَسْلَمَتْ وَحُسْنُ اِسْلَامِھَا'' وہ ایک مومنہ ہیں اور آپ علیہ السلام کئی ہفتہ حضرت زینب کے گھر تشریف نہیں لے گئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو غیر معمولی محبت تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مرض الوفات میں تھے اور شدید تکلیف ہو رہی تھی تو انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول واللہ وہ تکلیف جو آپ کو ہو رہی ہے مجھے ہو جائے بعض ازواج کو ان کے اس کلام میں صداقت کا شبہ ہوا آپ علیہ السلام نے محسوس کر لیا تو فرمایا واللہ یہ اپنے کلام میں سچی ہیں،اللہ تعالیٰ ہم سب کو ازواج مطہرات کی پاکیزہ سیرت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین! وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ☆

پردہ عورت کیلئے لازم کیوں؟

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ . وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ . اَمَّابَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ،وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی.صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمِ.

معزز خواتین، ماؤں اور بہنو! پردہ عورت کے لئے ضروری کیوں؟

اس عنوان پر کچھ اہم اور ضروری باتیں آپ کے گوش گذار کرنا چاہتا ہوں پردہ کی اہمیت اور ضرورت کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم میں صحابیات اور ازواج مطہرات کو پردے کا حکم دیا جارہا ہے وہ دور خیر القرون کا دور

ہے سراسر نیکی وبھلائی کا دور ہے اور آج جب کہ دورِ نبوت سے کافی بعد اور دوری ہوگئی پھر قدم قدم پر عفت و پاکدامنی پر حملے ہو رہے ہیں اپنی عزت وناموس کی حفاظت ایک بہت بڑا مسئلہ ہے فحاشی و بے حیائی اور عریانیت اس دور کا مہذب فیشن بن چکا ہے دشمنانِ اسلام ہر وقت اسلام کی مخالفت میں طرح طرح کی افواہیں پھیلاتے رہتے ہیں تو ایسے وقت میں پردے کی اہمیت اور بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ پردے کی شدید پابندی آج کے زمانے میں ایک طرح کا جہاد ہے اور اگر یہاں نہ سہی تو دوسرے جو مغربی ممالک ہیں وہاں تو پردے کی پابندی اور برقعہ پوش عورتوں کا گھروں سے باہر نکلنا جہاد ہے، پردے کے استعمال ہی سے عورتوں کی عصمت وعفت محفوظ رہ سکتی ہے آج پورے معاشرے بلکہ پورے ملک میں جو برائیاں پھیل رہی ہیں پوری نسل تباہ وبرباد ہو رہی ہے لڑکے نافرمان اور لڑکیاں نافرمان ہو رہی ہیں پورے وثوق واعتماد کے ساتھ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اس کی وجہ عورتوں کا بے پردہ پھرنا ہے جب کہ عورت کے لئے پردہ ہی وقار اور سربلندی ہے۔

مغربی ذہنیت کا واویلا

آج کل مغربی تہذیب کے دلدادہ افراد یہ پروپیگنڈہ ہر جگہ کرتے ہیں کہ اسلام نے عورت کو نقاب اور پردے میں رکھ کر گھونٹ دیا ہے، اس کو چہار دیواری کے اندر قید کر دیا ہے۔ عورتوں کو بھی مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنا چاہئے۔

لیکن یہ سارا پروپیگنڈہ درحقیقت اس بات کا نتیجہ ہے کہ مرد وعورت کے پیدا کئے جانے کا مقصد معلوم نہیں۔ انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ اگر مرد وعورت دونوں ایک ہی قسم کے کام کیلئے پیدا ہوتے تو پھر دونوں کو جسمانی طور پر الگ الگ پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

مرد کا جسمانی نظام الگ ہے عورت کا الگ۔ مرد کا مزاج اور ہے، عورت کا مزاج اور، مرد کی صلاحیتیں اور ہیں، عورت کی صلاحیتیں اور، اللہ تعالیٰ نے دونوں کو اس طرح بنایا ہے کہ دونوں کی بناوٹ اور اس کے نظام میں بنیادی فرق پایا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ مرد وعورت میں کسی طرح کا کوئی فرق نہیں ہے خود سراسر جھوٹ، فطرت کے خلاف بغاوت ومشاہدہ کا انکار ہے اس لئے کہ یہ تو آنکھوں سے نظر آرہا ہے کہ مرد عورت کی بناوٹ میں فرق ہے نئے فیشن نے عورت کے فرق کو مٹانے کی کتنی کوششیں کرلیں چنانچہ عورتوں نے مردوں جیسا لباس پہننا شروع کردیا اور مردوں نے عورتوں جیسا، عورتوں نے مردوں جیسے بال رکھنے شروع کردیئے، اور مردوں نے عورتوں جیسے لیکن اس بات سے اب بھی انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ مرد وعورت دونوں کا جسمانی نظام مختلف ہے، دونوں کے اندر زندگی مختلف اور دونوں کی صلاحیتیں مختلف ہیں۔

مرد وعورت کی ذمہ داریاں

اس لئے شریعت اسلامیہ نے دونوں کی ذمہ داریاں مختلف رکھی ہیں مرد اور عورت زندگی کی گاڑی کے دو پہیئے ہیں دونوں کے توازن کے برقرار رکھتے ہوئے ان کو ذمہ داریاں دی گئیں۔ مرد کو گھر کا سربراہ اور نگراں ومحافظ بنایا ہے گھر کے باہر کی ذمہ داری مرد کی ہے اور گھر کے اندر کی ذمہ داری عورت کی ہے کھانا پکانے اور گھر کا نظام چلانے کے لئے بچوں کی پرورش اور ان کی تربیت کرنا عورت کا کام ہے اگر اس طرح دونوں زندگی گذاریں تو یقیناً بڑی ہی خوشگوار زندگی گذرے اور مرد جو دن بھر کام کاج کر کے تھکا ماندہ گھر آئے گا تو بیوی کی خدمت اور گھر کے اندرون نظام کو دیکھ کر اس کی ساری تھکان دور ہو جائے گی اور وہ قلبی راحت محسوس کرے گا لیکن اگر عورت بھی مرد کی طرح آفسوں اور بینکوں میں جا کر کام کرے گی تو ظاہر ہے گھر کا

سکون غارت ہو جائے گا عورت کو یہ احساس رہے گا کہ میں بھی تو کما رہی ہوں تو اس کی خدمت کیوں کروں اس کیلئے کیوں پکاؤں اس کے بچوں کی دیکھ ریکھ کیوں کروں؟ اس طرح بچوں کی زندگیاں تباہ ہوتی ہیں ان کو باپ کی شفقت اور ماں کا پیار نہیں ملتا ہے اور بسا اوقات شوہر الجھن میں آکر بیوی سے جدائی اختیار کر لیتا ہے اور بیوی بھی چوں کہ کماتی ہے اس لئے بڑی آسانی سے طلاق پر راضی ہو جاتی ہے اور یہ سوچتی ہے کہ اب آزادرہ کر زندگی گذاروں گی کیوں کسی کی ماتحتی میں رہوں جب میاں بیوی میں جدائی ہوگئی اور دونوں نے آزادرہ کر زندگی گزارنا شروع کر دیا تو معاشرے میں برائیاں پھیلنا شروع ہوگئی کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر مرد وعورت کے اندر خواہش رکھی ہے جس کی تکمیل کا بہترین اور پاکیزہ ذریعہ نکاح لیکن جدائیگی کی وجہ سے شیطان کے دل کی مراد برآتی ہے پھر بکثرت ان دونوں کو برائیوں پر اکساتا اور آمادہ کرتا ہے اور یہاں تک نتیجہ پہونچتا ہے اس لئے کہ مرد وعورت کے درمیان مساوات کا نعرہ لگایا گیا اور دونوں کو برابر کرنے کی کوشش کی گئی یہ دراصل اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے نظام کے خلاف کرنے کی کوشش ہے۔

عورت چھپانے کی چیز ہے

اللہ تعالیٰ نے تقسیم فرمائی کہ مرد کے ذمہ گھر سے باہر کے کام لگا دیئے مثلاً روزی کمانا اور سیاسی وسماجی کام وغیرہ اور عورتوں کے ذمہ گھریلو کام مثلاً روٹی وغیرہ بنانا، بچوں کی پرورش وغیرہ کیوں کہ گھر سے باہر کے کام قوت وطاقت کا تقاضہ کرتے ہیں اور وہ مرد کے اندر زیادہ ہیں، جب کہ گھریلو کاموں میں اتنی قوت وطاقت کی ضرورت نہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ'' یعنی تم اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اس آیت میں ایک بنیادی حقیقت کی طرف بھی اشارہ فرمایا دیا ہے، کہ

ہم نے عورتوں کو اس لیے پیدا کیا کہ وہ گھر میں رہ کر گھر کے انتظام کو سنبھالیں باہر نہ نکلیں پردے میں رہیں آگے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا'' تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ'' کہ اگر کبھی گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت ہو تو اس طرح زیب وزینت کے ساتھ نمائش کرتی ہوئی نہ نکلو، جیسا کہ جاہلیت کی عورتیں کرتی تھیں۔

بلکہ حجاب اور پردہ کی پابندی کے ساتھ نکلو اس لیے مسلمانوں کو سمجھنا چاہئے کہ پردہ فرض اور ضروری ہے۔عورت عربی لفظ ہے جس کے معنی ہیں چھپانے کی چیز پس یہ کہنا لغو اور باطل ہے کہ عورتوں کو پردہ نہ کراؤ، کیوں کہ ان کو عورت کہنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ وہ پردے میں رہنے کی چیز ہیں۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ'' (۔پیغمبر! تم مومن عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور بناؤ سنگار (کے موقع) کو ظاہر نہ کریں اور بناؤ سنگار کا موقع چہرہ ہے، جب چہرہ کا کھولنا اجنبیوں کے سامنے جائز نہیں تو تمام بدن کا کھولنا کیسے جائز ہوگا۔

بڑی عمر کی عورتیں بھی پردہ کریں تو بہتر

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِيْنَةٍ، وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ. اور بڑی عمر کی عورتیں جن کو نکاح کی امید نہیں رہی تو وہ اگر اپنی چادریں اتار دیں تو ان پر کچھ گناہ نہیں، بشرطیکہ اپنی زینت کا مظاہرہ نہ کرتی پھریں، اور اگر وہ بوڑھی عورتیں اپنی چادریں اتارنے سے بھی بچیں تو یہ ان کے حق میں بہتر ہے۔اور اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ وہ بوڑھی عورتیں جو نکاح کی امید نہیں رکھتیں بوڑھے ہونے کی وجہ سے مردوں کو ان کے ساتھ نکاح میں کوئی رغبت نہیں ایسی عورتوں کو چادریں برقع وغیرہ اتارنے کی اجازت ہے۔لیکن شرط یہ ہے کہ ان کا مقصد برقع وغیرہ اتارنے سے زیب وزینت نہ ہواور اگر چادریں برقع وغیرہ اتارنے سے بچیں تو یہ ان کیلئے اور زیادہ بہتر ہے۔بس جب بوڑھیوں تک کیلئے یہ حکم ہے،تو اے جوان لڑکیو!اورعورتو! تم کو کہاں اجازت ہوگی کہ تم دوردور کے رشتے داروں کے سامنے بے محابا آجاؤ۔ قرآن پاک کی یہ آیت اسی بات کی دلیل ہے کہ نکاح کے قابل جوان عورتوں پر پردہ واجب ہے اسی طرح بہت سی احادیث میں پردہ کرنے کا حکم ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھیں کہ اتنے میں ایک نابینا صحابی عبد اللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آگئے اوراندر آنے لگے آپ نے ارشادفرمایا کہ جاؤ تم دونوں پردے میں ہوجاؤ، میں نے عرض کیا یارسول اللہ وہ تو نابینا ہیں۔ہم کو دیکھتے بھی نہیں۔آپ نے جواب میں ارشادفرمایا کہ کیاتم بھی نابینا ہو،کیاتم ان کو نہیں دیکھتیں؟ دیکھئے باوجود یہ کہ اس مقام پر کسی خرابی کا احتمال بھی نہیں تھا کیوں کہ ایک طرف ازواج مطہرات ہیں جو مسلمانوں کی مائیں ہیں،دوسری طرف نیک صحابی اور وہ بھی نابینا،لیکن پھر بھی مزید احتیاط کیلئے یاامت کی تعلیم کیلئے آپ ﷺ نے اپنی بیویوں سے پردہ کرایا تو جہاں پر ایسی کاوش نہ ہوں وہاں پر پردہ کیوں نہ ضروری ہوگا۔

پردے کا حکم پہلے سے بھی شدید

آج جب کہ فتنہ وفساد کا دور ہے ہر طرف برائیاں ہی برائیاں پھیل رہی ہیں تو پردہ عقلاً بھی واجب اور ضروری ہو جاتا ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عورت

چھپا کر رکھنے کی چیز ہے اور بلاشبہ جب وہ اپنے گھر سے باہر نکلتی ہے تو اسے شیطان جھانکنے لگتا ہے اور یہ بات یقینی ہے کہ عورت اس وقت سب سے زیادہ اللہ کے قریب ہوتی ہے جب کہ وہ اپنے گھر کے اندر ہوتی ہے،اسلام نے عورتوں کو یہ ہدایت کی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے اپنے گھر کے اندر ہی رہیں اگر کسی ضرورت سے باہر نکلنا ہی پڑے تو بڑی پابندیوں کے ساتھ نکلیں بن سنور کر نہ نکلیں خوشبو نہ لگائیں بیچ راستہ سے نہ چلیں کسی غیر محرم پر اگر نظر پڑ جائے تو فوراً ہی ہٹالیں اور اگر کسی غیر محرم سے بدرجہ مجبوری بات کرنی پڑ تو نرم گفتاری سے بات چیت نہ کریں بلکہ اس طرح بات کریں جس میں روکھا پن ہوتا کہ کسی کو تمہاری طرف میلان نہ ہو اسی طرح کسی غیر محرم کے ساتھ سفر بھی نہ کریں اور نہ ہی کسی دوسرے جگہ پر رات میں قیام کریں بلا محرم کے دور دراز کا سفر کرنا کسی عورت کے لئے جائز نہیں ہے اور محرم بھی ایسا ہو کہ جس پر اطمینان ہواور اگر اطمینان نہیں اگر چہ وہ بظاہر دیندار ہی ہے لیکن ایسے محرم کے ساتھ سفر کرنا بھی صحیح نہیں ہے اسلام کی تعلیم کتنی عمدہ اور پاکیزہ ہے اگر اس پر عمل کیا جائے تو سیکڑوں برائیاں جو آج معاشرہ میں پھیل رہی ہیں اس سے نجات مل جائے اور ایک صالح اور پاکیزہ معاشرہ وجود میں آئے۔

اللہ تعالیٰ نے پردہ کے احکام بیان فرمانے کا کس قدر اہتمام فرمایا ہے فرماتے ہیں:"وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ" کہ عورتیں اپنی زینت کو بھی ظاہر نہ کریں اور زینت سے مراد لباس ہے،حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر یہی کی ہے کہ عورتیں خوب بن ٹھن کر بھڑکدار برقعہ اوڑھ کر باہر نکلتی ہیں،اور زینت کو تو برقعہ چھپالیتا ہے مگر خود برقعے میں ایسی چین اور بیل وغیرہ لگی ہوتی ہے کہ اس کو دیکھ کر دوسرے کا دل بے چین ہو جائے تو شریعت نے ایسے برقعے اور زینت کے لباس کا ظاہر کرنا حرام کیا ہے تو چہرہ اور گلا کھولنا کیسے جائز ہوسکتا ہے جو کہ حسن وجمال کا مرکز ہے۔

بناؤ سنگار عورت کا فطری حق ہے

اسلام نے عورت کو بناؤ سنگار کرنے سے منع نہیں کیا یہ تو اس کا فطری حق ہے لیکن ہر ایک کے سامنے نہیں بلکہ صرف اپنے شوہر کے سامنے بناؤ سنگار کرے لیکن عموماً معاملہ اس کا الٹا ہی ہوتا ہے کہ شوہروں کے سامنے تو میلے کچیلے کپڑوں میں رہیں گی خواہ پڑھی لکھی ہوں یا ان پڑھ ہر ایک کا یہی حال ہے ہاں کچھ اللہ کی بندی ایسی ہیں جو صرف شوہروں کے سامنے ہی زیب و زینت اختیار کرتی ہیں اسلام کے احکام تو فطرت انسانی کے موافق ہیں حضرت قیس بن شماس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک صحابی عورت جن کو ام خلاد کہا جاتا تھا رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں اپنے بیٹے کا حال دریافت کرنے کی غرض سے حاضر ہوئیں چوں کہ ان کا بیٹا کسی غزوہ میں شہید ہو گیا تھا لیکن وہ اس حال میں آئیں کہ چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے تھیں ان کا یہ حال دیکھ کر کسی صحابی نے کہا کہ تم اپنے بیٹے کا حال معلوم کرنے آئی ہو اور نقاب ڈالے ہوئے ہو تو ام خلاد رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ اگر بیٹے کے بارے میں مصیبت زدہ ہوگئی ہوں تو اپنی شرم و حیا کو چھوڑ کر ہرگز مصیبت زدہ نہ بنوں گی حضرت ام خلاد کے پوچھنے پر آپ ﷺ نے جواب دیا کہ تمہارے بیٹے کے لئے دو شہیدوں کا ثواب ہے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیوں؟

ارشاد فرمایا کہ اسے اہل کتاب نے قتل کیا ہے، اس واقعہ سے اندازہ لگائیے کہ چہرے کا پردہ ہے کہ نہیں اور وہ بھی مصیبت کے وقت آج کل عجیب صورت حال ہوگئی کہ اگر گھر میں کوئی میت ہوگی تو یہ جانتے ہوئے کہ نوحہ کرنا منع ہے عورتیں چیختی چلاتی ہیں اور جنازہ جب گھر سے جاتا ہے تو عورتیں اس کے پیچھے گھر سے باہر نکل جایا کرتی ہیں اور پردے کا تھوڑا بھی خیال نہیں کرتی ہیں یہ بات کان کھول کر سن لیں کہ احکام

شریعت کی پابندی خوشی و غمی ہر وقت میں لازم اور ضروری ہے حدود شریعت میں رہ کر سب کچھ کرنے کی اجازت ہے عمدہ کپڑا زیور سب استعمال کر سکتی ہیں۔

بجتا ہوا زیور پہننا درست نہیں

عورتوں کو زیور پہننا جائز ہے لیکن زیادہ نہ پہننا بہتر ہے جس نے دنیا میں نہ پہنا اس کو آخرت میں بہت ملے گا۔ البتہ بجتا ہوا زیور یعنی جس زیور میں آواز ہوتی ہے اس کا پہننا درست نہیں جیسے پازیب وغیرہ البتہ جس زیور میں خود باجہ نہ ہو، ایک دوسرے سے لگ کر بجتا ہو، اس کا پہننا جائز تو ہے مگر اس طرح پیر نہ مارے کہ اجنبی آدمی اس کی آواز سنے، اس طرح کرنا حرام اور ممنوع ہے۔ اللہ نے ارشاد فرمایا ''وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ'' یعنی عورتیں اپنے پیروں کو چلتے وقت اس طرح نہ ماریں جس سے ان کی خوبصورتی ظاہر ہو، شریعت نے جہاں بھی بے پردگی کا ذرا سا بھی احتمال ہے وہاں روک لگا دی ہے تاکہ عورت کی عزت و عصمت محفوظ رہے اور شیطان کو اُسے بے عزت کرنے کا موقع نہ ملے۔

حفاظت گناہوں کا سد باب

اگر پردے کی اہمیت زیادہ نہ ہوتی تو جگہ جگہ قرآن و حدیث میں پردہ کا تذکرہ نہ کیا جاتا کسی چیز کو بار بار یاد کرانا اس کی اہمیت ہی کی وجہ سے ہوتا ہے قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس لئے کہ نماز کا درجہ بہت بڑھا ہوا ہے یہی حال پردے کا ہے کہ جب عورت برقعہ پہن کر گھر سے نکلتی ہے تو شیطان کی نگاہ اس کی طرف نہیں اٹھتی ہے اور اس کو دوسروں کو بہکانے کا موقع نہیں ملتا ہے لیکن جب عورت بے پردہ ہو کر گھر سے نکلتی ہے تو دسیوں آدمیوں کی

ہوسناک نگاہیں اس عورت کو دیکھتی ہیں ’’زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّھَوَاتِ مِنَ النِّسَآءِ‘‘ لوگوں کے لئے پسندیدہ چیزوں کی محبت مزین کردی گئی پسندیدہ اور مرغوب چیزوں میں سب سے پہلے عورت کا تذکرہ کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے عورت کو اس طرح بنایا ہے کہ اس کو دیکھ کر اس کی طرف انسان کا قلبی میلان ہوتا ہے اسی لئے تو اس کو پردے میں رہنے کے لئے کہا گیا ہے سب سے بہتر عورت کی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس پر نہ کسی غیر محرم کی نگاہ پڑے اور نہ اس کی نگاہ کسی غیر محرم پر پڑے جب مرد وعورت ایک دوسرے کو دیکھنے سے بچے رہیں گے تو ساری برائیوں سے ان کی حفاظت ہوجائے گی کیوں کہ چہرہ کا دیکھنا ہی مزید گناہوں کی دعوت دینا ہے اسی لئے تو شریعت نے چہرہ ہی نہیں بلکہ ہر اس چیز سے پردہ کرنے کا حکم دیا جس سے کسی طرح بھی مرد وعورت کا گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا............

کوئی عورت اپنے گھر میں اپنے لئے اور اپنے شوہر اور بچوں کے لئے کھانا تیار کرتی ہے تو وہ پرانے زمانے کی عورت کہی جاتی ہے قدامت پسند، رجعت پسند کہی جاتی ہے، اور اگر وہی عورت ہوائی جہاز میں ایرہوسٹس بن کر سیکڑوں انسانوں کی غلط نگاہوں کا نشانہ بن کر ان کی خدمت کرتی ہے، تو وہ آزاد خیال عورت کہی جاتی ہے۔

جدت پسند اور نئے زمانے کی عورت کہی جاتی ہے، اگر عورت گھر میں رہ کر ماں باپ، بہن بھائیوں کے لئے خانہ داری کا انتظام کرے تو یہ قید وذلت ہے لیکن اگر یہی عورت دوکانوں پر بیٹھ کر سامان بیچ کر اپنی مسکراہٹوں سے گاہکوں کو متوجہ کرلے یا دفتروں میں اپنے افسروں کی نازبرداری کرلے تو یہ آزادی کہی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ اس روشن خیالی سے ہمیں محفوظ رکھے، آمین۔

عورتوں کی آزادی سے فیملی سسٹم تباہ وبرباد ہوگیا ہے، اللہ نے مرد کو باہر کی ذمہ داری سونپی ہے اور عورت کو گھر کی ذمہ دار بنایا ہے گھر کی منتظمہ بنایا ہے تاکہ وہ فیملی سسٹم کو صحیح رکھ سکے، لیکن جب وہ گھر سے باہر آگئی اور نئی تہذیب اسے مرد کے برابر کرنے کی مذموم کوشش کررہی ہے، تو نتیجہ یہ ہوا کہ باپ بھی باہر، ماں بھی باہر، بچے اسکول میں یا نرسری میں اور گھر پر تالا پڑ گیا۔ عورت کو تو اس لئے بنایا تھا کہ جب وہ گھر پر رہے گی تو گھر کا انتظام بھی کرے گی اور بچے اس کی گود میں تربیت پائیں گے۔ کیوں کہ ماں کی گود بچے کی سب سے پہلی تربیت گاہ ہے وہیں سے وہ اخلاق سیکھتے ہیں اور وہیں سے زندگی گزارنے کے صحیح طریقے معلوم ہوتے ہیں۔

لیکن آج کل مغربی معاشرے میں بچوں کو ماں باپ کی شفقت وپیار حاصل نہیں، اس سے فیملی سسٹم درہم برہم ہوکر رہ گیا ہے۔ جب عورت دوسری جگہ کام کررہی ہے اور مرد دوسری جگہ اور دونوں کے درمیان دن میں کوئی رابطہ بھی نہیں ہے، اور دونوں جگہ پر آزاد سوسائٹی کا ماحول ہے تو بسا اوقات میاں بیوی کے تعلقات میں کمی آجاتی ہے اور اس کی جگہ ناجائز رشتے پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ بعض وقت طلاق تک نوبت آجاتی ہے اور گھر برباد ہوجاتا ہے۔

محبت والفت کیسے باقی رہ سکتی ہے

آخر ایسا کیوں ہوا جب اسلام کے فطری احکام کو چھوڑا اور مرد وعورت کی جو ذمہ داری اسلام نے مقرر کردی تھی اس کے خلاف ورزی کی تو میاں بیوی میں سکون کہاں سے رہے گا وہ محبت والفت کہاں باقی رہ سکتی ہے جو بیوی کے گھر رہنے کی صورت میں ہوسکتی ہے یقیناً پیسہ تو حاصل ہوسکتا ہے مگر محبت والفت ہرگز حاصل نہیں ہوسکتی، لیکن

ایسے پیسے سے کیا حاصل جب کہ دونوں کی زندگی ایک دوسرے کیلئے آرام وسکون کا ذریعہ نہ بنے اور بچوں کی پرورش کا حق بھی کما حقہ ادا نہ ہوا اکبر الہ آبادی نے کہا ہے۔

طفل میں خو آئے کیا ماں باپ کے اطوار کی   دودھ ہے ڈبے کا تعلیم ہے سرکار کی

عورتوں کو گھر واپس کیسے لایا جائے

سویت یونین کے آخری صدر ''میخائیل گورباچوف'' نے اپنی مشہور کتاب میں عورتوں کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ ہماری مغرب کی سوسائٹی میں عورت کو گھر سے باہر نکالا گیا اور اس کو گھر سے باہر نکالنے میں بے شک ہم نے کچھ مالی فائدے حاصل کئے اس لئے کہ مرد بھی کام کرتے ہیں اور عورتیں بھی۔ لیکن فائدے کے زیادہ ہونے کے باوجود اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ فیملی سسٹم تباہ ہو گیا، اور اس فیملی سسٹم کے تباہ ہونے سے ہمیں جو نقصانات اٹھانے پڑے وہ نقصانات ان فوائد سے زیادہ ہیں، لہٰذا میں اپنے ملک میں ایک تحریک شروع کر رہا ہوں اس میں میرا ایک اہم بنیادی مقصد یہ ہے کہ وہ عورتیں جو گھر سے باہر نکل چکی ہیں ان کو واپس گھر میں کیسے لایا جائے؟ اس کے طریقے سوچنے پڑیں گے ورنہ جس طرح ہمارا فیملی سسٹم تباہ ہو چکا ہے اسی طرح ہماری پوری قوم تباہ ہو جائے گی، عورتوں کو بے پردہ بے حجاب باہر نکالنے کے نقصانات غیر قومیں بھی تسلیم کر رہی ہیں، مگر اس کا علاج جب سوچیں گی جب یہ مرض لاعلاج ہو چکا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ مسلم قوم کی اس مہلک بیماری سے حفاظت فرمائے، آمین!

رشتہ دار سے پردہ زیادہ ضروری

اب اخیر میں پردے کے تعلق سے ایک اہم بات بتا کر اپنی تقریر ختم کرتا ہوں بہت سی عورتیں اور جوان لڑکیاں جب گھر سے باہر نکلتی ہیں تو پردہ کر لیتی ہیں لیکن گھر

میں بہت سے غیر محرم ہوتے ہیں ان کو اپنا سمجھ کر پردہ نہیں کرتی ہیں چچازاد بھائی دیور جیٹھ ان سب سے عورتیں عموماً پردہ نہیں کرتی ہیں جب کہ ان لوگوں سے بھی پردہ کرنا ویسے ہی لازم ہے جیسے دوسروں سے بلکہ ان سے تو اور بھی زیادہ پردہ کرنا چاہئے کیوں کہ بعض دفعہ بڑے ناگوار واقعات رونما ہو جاتے ہیں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نامحرم عورتوں کے پاس مت جایا کرو ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ عورت کی سسرال کے مردوں کے متعلق کیا حکم ہے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سسرال کے رشتہ دار تو موت ہیں اس حدیث میں عورت کی سسرال کے مردوں کو موت سے تشبیہ دی گئی جس کا مطلب یہ ہے کہ عورت اپنے جیٹھ دیور اور نندوئی وغیرہ سے گہرا پردہ کرے ان لوگوں سے اس طرح بچنا ضروری ہے جیسے کہ موت سے بعض عورتیں چھوٹی عمر میں اپنے دیور کی پرورش کرتی ہیں اور بڑے ہو جاتے ہیں تو اس خیال سے ان سے پردہ نہیں کرتی ہیں کہ ہم نے ہی پال پوس کر بڑا کیا ہے اب کیا پردہ کریں یہ بڑی جہالت ہے کہ شریعت کا حکم بتایا جائے۔ اللہ ہم سب کو سمجھ عطا فرمائے اور دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

طلاق یافتہ عورتوں کے متعلق اسلامی احکامات

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ،بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ،وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِہِنَّ ثَلٰثَۃَ قُرُوْءٍ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

میری نوجوان بہنیں اور بزرگ وعمر رسیدہ مائیں ،ایک عمدہ اور خوشگوار زندگی گزارنے کے لئے میاں بیوی میں تعلقات کی استواری اور دونوں میں پیار ومحبت اور باہم ایک دوسرے کے دردوغم اور رنج وخوشی میں شرکت بہت ضروری ہے جس کا اچھا اور بہتر نتیجہ پیدا ہونے والی اولاد پر بھی پڑتا ہے اور اگر تعلقات میں ان بن ہو رہی ہے تو ہزار سامان آسائش اختیار کرلیں کبھی بھی زندگی کا سکون حاصل نہیں ہوسکتا اور اس

کے نتیجہ میں اولاد بھی ذہنی الجھن میں رہے گی اور اس کی صحت پر بھی کوئی اچھا اثر نہیں پڑے گا اس لئے میاں بیوی کو تعلقات کی بہتری کے لئے حتی الامکان فکر کرنی چاہئے۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نظر میں طلاق ناپسندیدہ

میاں بیوی زندگی کی گاڑی کے دو پہیئے ہیں دونوں کا توازن ٹھیک رہے گا تبھی زندگی کی گاڑی صحیح چل سکتی ہے اگر میاں بیوی میں کسی بات پر ناچاقی پیدا ہو رہی ہے دونوں میں تعلقات خراب ہوتے دکھائی دے رہے ہیں تو عورت اس سے چشم پوشی کرے اور اگر عورت سے کوئی غلطی ہو جائے تو مرد اس سے چشم پوشی کرے اور ہمیشہ ایک کو دوسرے کی اچھائی اور خوبی پر نظر رکھنی چاہئے مثل مشہور ہے کہ جب چند برتن ایک ساتھ رکھے ہوئے ہوں تو ان میں کچھ نہ کچھ آواز آئے گی ہی ،عقلمندی یہ نہیں ہے کہ ان کو پھینک دیا جائے یا توڑ دیا جائے بلکہ ان کو سلیقہ سے رکھ دیا جائے اسی طرح مرد وعورت جب دونوں ایک ساتھ رہتے ہیں اور ہر ایک کو ایک دوسرے کی برائی اور اچھائی کا علم ہے تو کبھی کچھ شوخی اور تلخی کا پیدا ہو جانا یہ فطری امر ہے اس کو دفع کرنے اور اپنے ذہن ودماغ سے اس غبار کو دور کرنے کی ضرورت ہے قرآن کریم نے کتنا عمدہ اصول اور ضابطہ مقرر کیا ہے۔

” وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَھُنَّ فَعِظُوْھُنَّ وَاھْجُرُوْھُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْھُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَکُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْھِنَّ سَبِیْلًا.“

قرآن کریم نے تین درجے تادیب وتنبیہ کے مقرر فرمائے ہیں اگر عورت نافرمانی کر رہی ہے تو اولاً اس کو زبانی سمجھاؤ اگر اس سے باز نہ آئے تو اپنا بستر الگ کرلو لیکن کمرہ نہ بدلو بلکہ اسی کمرے میں سوؤ اگر اس سے بھی باز نہ آئے تو اس کی پٹائی کر سکتے ہو لیکن اتنی نہیں کہ ہڈی ٹوٹ جائے یا اس کے بدن پر نشان پڑ جائیں اگر یہ تین

درجے اختیار کرنے کے بعد وہ تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو کوئی دوسری راہ الزام کی مت تلاش کرو آگے یہ بھی فرمایا کہ اگر زوجین میں تم اختلاف کا اندیشہ کرتے ہو تو ان کے رشتہ داروں میں سے ایک ایک منصف بھیجو جو ایک دوسرے کو سمجھا بجھا کر معاملہ کو سلجھائیں اور اگر اس سے بھی نہ کام چلے تو طلاق دیں اور یہ طلاق انتہائی ناگزیر حالات میں دی جائے اسی لئے اللہ کے رسول ﷺ نے اس کو بہت ہی ناپسند فرمایا ہے جہاں تک کام چل سکے چلائیں اور طلاق وخلع سے اپنے آپ کو دور رکھیں۔

طلاق کے نقصانات

شیطان پانی پر اپنا تخت بچھاتا ہے اور اپنے چیلوں سے ان کی کارگزاری سنتا ہے چنانچہ ان میں سے کوئی کہتا ہے میں نے دو مسلمانوں میں لڑائی کرادی ابلیس اس سے کچھ زیادہ خوش نہیں ہوتا کوئی کہتا میں نے دو مسلمانوں کو نماز سے روک دیا اس سے بھی کوئی زیادہ خوش نہیں ہوتا کوئی کہتا ہے کہ میں نے فلاں شخص کو زنا پر آمادہ کردیا اس طرح سے ہر کوئی اپنے کارنامہ کو بیان کرتا ہے لیکن ابلیس کوئی زیادہ خوشی کا اظہار نہیں کرتا ہے لیکن جب کوئی چیلہ یہ کہتا ہے کہ میں نے ایسے دو مرد وعورت کے درمیان جدائیگی کرادی جو بہت ہی خوش گوار زندگی گزار رہے تھے تو ابلیس خوشی میں اچھلنے کودنے لگتا ہے اور اس کو گلے لگاتا ہے کہ یہ ہے میرا فرمانبردار لائق چیلہ۔اس طلاق وجدائیگی سے بڑے بڑے نقصانات رونما ہوتے ہیں جب میاں بیوی میں طلاق واقع ہوگئی تو ان کی خواہشات تو فنا نہیں ہوگئی اس لئے بہت ممکن ہے کہ اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے کوئی ناجائز طریقہ استعمال کریں جو دنیا میں رسوائی اور آخرت میں تباہی کا سبب ہے اسی طرح اولاد کی تعلیم وتربیت جس میں ماں کا خاص رول ہوتا ہے بچے اس سے محروم ہوجائیں گے اور مرد کو جو سہولیات تھیں وہ ختم ہوگئیں اور اگر بعد میں

نکاح کر بھی لے تو پہلی بیوی جیسی الفت ومحبت نہیں ہوسکتی اسی طرح مطلقہ عورت کی زندگی بھی سونی سونی ہی لگے گی اس لئے حتی الامکان صبر وضبط سے کام لیا جائے لیکن آج کل تو تفریق بین الزوجین کی ایسی ہوا چلی ہے کہ پہلے اس کا تصور بھی نہیں تھا۔

میری پیاری ماؤں اور بہنو!

مسئلہ صرف طلاق یافتہ یا بیوہ خواتین کا نہیں بلکہ اب تو لاکھوں کی تعداد میں کنواری لڑکیاں بھی شادی کی روایتی عمر گزر جانے کے سبب شادی سے مایوس ہوچکی ہیں، حالاں کہ شادی کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں ہوتی۔یہ مسئلہ روز بروز عفریت کی صورت اختیار کرتا چلا جارہا ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ مسئلے کی بنیادی وجوہات اجاگر کرنے کی کوشش کی جائے۔

بن بیاہی لڑکی اور لڑکے

جن گھروں میں بن بیاہی لڑکیاں اور لڑکے دونوں موجود ہیں، وہاں سب ہی کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ پہلے لڑکیوں کی شادی سے فراغت حاصل کی جائے پھر لڑکوں کی شادی کے بارے میں سوچیں گے۔وہ یہ نہیں سوچتے کہ اگر ان کی طرح دوسرے تمام گھرانے بھی یہی سوچنے لگ جائیں (عملاً ایسے ہی ہورہا ہے) تو وہ اپنی بیٹیوں کی شادیاں آخر کس سے کریں گے؟ پہلے لڑکے کی شادی کی اس غیر فطری سوچ کو یکسر تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔

اگر لڑکیوں کی شادی میں رکاوٹ یا تاخیر ہورہی ہو اور لڑکے شادی کی عمروں کو پہنچ گئے ہوں تو آپ بلا تکلف پہلے لڑکوں کی شادیاں کردیں۔اس طرح آپ عملاً دیگر گھرانوں کی مدد کررہے ہوتے ہیں۔جب یہی حکمت عملی سارے گھرانے والے اختیار کریں گے تو انشاء اللہ آپ کی بیٹیوں کا مسئلہ بھی حل ہوجائے گا۔

لڑکوں کی شادیاں دیر سے کرنے کا رجحان بھی عام ہے، جس کا واضح مطلب دوسروں کی بیٹیوں کی شادی میں رکاوٹ ڈالنا ہے، ہم لڑکے کی تعلیم مکمل ہونے برسرروزگار ہونے لڑکے کی بہنوں کی شادیاں پہلے کرنے (خواہ لڑکے سے چھوٹی ہی کیوں نہ ہوں) اور گھر کی دیگر تمام مالی ضروریات کی تکمیل تک لڑکے کی شادی کا خطرہ مول نہیں لیتے اس سوچ کے ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ جب لڑکا شادی کے قابل ہو جائے تو فی الفور اس کی شادی کر دیجئے، رزق میں کشادگی کا وعدہ تو خود اللہ نے قرآن میں یوں کیا ہے تم میں سے جو لوگ مجرد ہوں اور تمہارے لونڈی غلاموں میں سے جو صالح ہوں، ان کے نکاح کر دو، اگر وہ غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا، اللہ بڑی وسعت والا اور علیم ہے۔'' (النور۳۲) لڑکوں کی شادی جلد کرنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ دیگر لڑکیوں کی شادی جلد ہو جائے گی۔

بن بیاہی لڑکیوں کا تناسب

اس عہد کے ممتاز اسلامی اسکالر ڈاکٹر ذاکر نائک کی تحقیق کے مطابق کم وبیش دنیا کے ہر خطے میں لڑکیوں کی تعداد لڑکوں سے زیادہ ہے۔ ایک اطلاع کے مطابق ہندوستان کے صرف بڑے بڑے شہروں میں لاکھوں کی تعداد میں لڑکیاں شوہر نہ ملنے کے سبب بوڑھی ہو رہی ہیں۔ لہٰذا اگر سارے مرد اور لڑکے شادی کر بھی لیں تو لاکھوں کی تعداد میں کنواری لڑکیاں یوں ہی بیٹھی رہ جائیں گی دوسری طرف جن پڑھی لکھی لڑکیوں کی شادیاں نہیں ہوتیں، پھر وہ اپنا کیریر، بنانے میں لگ جاتی ہیں اور اکثر کامیاب ہو جاتی ہیں جس کے نتیجے میں لڑکوں کے روزگار میں کمی واقع ہو جاتی ہے، (ہندوستان میں یہ صورتحال عام ہوتی جا رہی ہے) تو جرائم میں اضافہ ہونے کے ساتھ ساتھ جنسی آوارگی بھی پھیلتی ہے۔

برسرروزگار اور خودمختار لڑکیاں

جب معاشرہ میں بن بیاہی، برسرِ روزگار اور خودمختار لڑکیوں کی تعداد میں بہت زیادہ اضافہ ہونے لگے تو اخلاقی بے راہ روی اپنے عروج کو پہنچ جاتی ہے، امریکہ، یورپ اور دیگر ترقی یافتہ ممالک کی مثال ہمارے سامنے ہے، جہاں ایسی خواتین پبلک پراپرٹی بن جاتی ہیں۔

اسلام اس مسئلے کا بہترین حل پیش کرتا ہے کہ مرد ایک سے زیادہ شادیاں کرے، ہمارے ملک میں موجود اس مسئلے کا بھی یہی فطری حل ہے کہ مرد ایک سے زیادہ شادیاں کریں اور شادی شدہ خواتین وسیع القلبی کا مظاہرہ کریں اور اپنے شوہر کو اپنی ذاتی پراپرٹی تصور کرنے کے بجائے اس نعمت خداوندی میں اپنی دیگر محروم دینی بہنوں کو بھی شریک کرنا سیکھیں۔

یہ درست ہے کہ ایک سے زائد شادی کی صورت میں گھروں میں لڑائی جھگڑے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں مگر یہ بالعموم ایسی صورت میں ہوتا ہے جب مرد اپنی بیوی کی مرضی کے خلاف دوسری شادی کرتا ہے، لیکن اگر بیوی خود اپنے شوہر کی دوسری شادی کرائے گی تو آنے والی اس کی احسان مند رہے گی۔ اس طرح خواتین اپنے خاندان اور گرد و پیش کی مطلقہ، بیوہ اور دیگر بن بیاہی خواتین کا مسئلہ حل کر سکتی ہیں۔

یہ مسئلہ بنیادی طور پر خواتین ہی کا ہے یہ طریقہ خاص طور سے نہایت آسان ہے، اگر ہر خوش حال اور دیندار شادی شدہ خاتون اپنی کسی واقف مطلقہ یا بیوہ کو اپنی دینی بہن سمجھ کر اپنے گھر میں جگہ دینے کی نیت کر لے تو ایک طرف ایک مستقل مددگار ملے گی بلکہ مایوسیوں سے نجات بھی۔ شوہر بھی خوش ہوگا اور انشاء اللہ رضائے الٰہی کا حصول بھی آسان تر ہو جائے گا۔

آج کے معاشرے میں طلاق کی کثرت

آئے دن طلاق کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں لیکن شاید ہی کوئی جوڑا ایسا ہو جو طلاق دینے کے بعد خوش نظر آئے بلکہ طلاق دینے کے بعد ہر ایک کو مایوسی ہی کا سامنا کرنا پڑتا ہے علماء کے پاس مسئلہ لے کر پہونچتے ہیں کہ کوئی شکل نکالو، ظاہر ہے علماء کرام وہی بات کہہ سکتے ہیں جو شریعت کہہ رہی ہے کثرت طلاق کا ایک بہت بڑا سبب اللہ ورسول سے خوف نہ کرنا ہے اگر اللہ ورسول کا خوف ہو تو طلاق دینے میں بھی احتیاط کریں اپنے ذہن ودماغ میں شوہر یہ بات بیٹھا لیتا ہے کہ میری بیوی میری خادمہ ہے گھر کا سارا کام اور میری خدمت اس کا دینی فریضہ ہے اور جب اس میں کمی وکوتاہی پاتا ہے تو اپنی انا کا مسئلہ بنا کر اس کو دھڑ سے طلاق دے دیتا ہے۔

سنت کے مطابق زندگی گزاریں تو طلاق کی نوبت نہ آئے

اگر مرد عورت کو گھر کی ملکہ تصور کرے اور جو حقوق عورت کے شوہر کے ذمہ ہیں ان کا پاس ولحاظ کرے اور عورت بھی شوہر کے حقوق کا پاس ولحاظ کرے تو طلاق کی نوبت ہی نہ آئے کیا رسول اکرم ﷺ نے کسی بیوی کو طلاق دی؟ آپ ﷺ کو بھی اپنی بیویوں کی طرف سے کبھی کبھی ناگواری پیش آتی تھی مگر آپ علیہ السلام نے انگیز کیا عورتوں کو چاہئے کہ اگر شوہروں کی طرف سے کوئی ناخوشگوار صورت حال پیدا ہو تو اس کو انگیز کریں اور خوشامد کر کے راضی کرنے کی کوشش کریں کہ بیچارہ اتنی محنت ومشقت سے کما کر لاتا ہے اور ہمارے آرام وراحت کی خاطر کتنی تکلیفیں برداشت کرتا ہے اس کی ہر طرح کی خدمت کو اپنے لئے سرمایہ سعادت سمجھیں اگر کوئی پریشانی بھی پیش آئے تو شوہر کے سامنے چال ڈھال سے یا چہرہ بگاڑ کر اس کا اظہار نہ کریں بلکہ

ہزار پریشانی کے باوجود شوہر کے سامنے ہنسی خوشی رہیں اور شوہر کے گھر کو بھی اپنا گھر تصور کریں بار بار میکے جانے کا شوہر سے مطالبہ نہ کریں اور شوہر کے گھر کی اس سے برائی نہ کریں اگر اس طریقہ سے زندگی گزاریں گے تو شوہر بھی راضی ہوگا اور خدا ورسول بھی راضی ہوں گے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جس عورت کا اس حال میں انتقال ہو کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ عورت جنت میں داخل ہوگی۔

’’عَنْ اُمِّ سَلْمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا امْرَءَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ‘‘

اللہ خواتین کو فرمانبرداری کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

عورتوں کے متعلق حضور ﷺ کی تعلیمات

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، مَاآتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَانَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

رسول جو کچھ تم کو دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔

محترم خواتین اسلام: اللہ رب العزت نے امت محمدیہ کو خیر امت ہونے کا شرف عطا کیا "کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ" تم لوگ بہترین امت ہو لوگوں کے نفع رسانی کے لئے پیدا کئے گئے ہو نیکیوں کا حکم کرتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتے ہو اور سب سے بڑا اعزاز وفخر اس امت کیلئے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اسلام خلاصہ کائنات سید الاولین والآخرین

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جیسا نبی ورسول عطا کیا کہ نبیوں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا امتی ہونے کی اللہ سے دعائیں کیں جب اللہ تعالیٰ نے یہ فضیلت عطا فرمائی ہے تو ہماری ذمہ داریاں بھی ہماری بہت زیادہ ہیں ہمارا ہر قول ہر فعل رسول اکرم ﷺ کے طریقوں ہی پر ہونا چاہئے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات فرمودات اور احکام پر عمل کر کے ہی ہم حقیقی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں یوں تو رسول اللہ ﷺ سب کے لئے ہی رحمت ہیں لیکن صنف نازک پر آپ ﷺ کا سب سے بڑا احسان ہے اس کے لئے ہم قبل از اسلام عورتوں پر ہونے والے مظالم کو دیکھیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اسلام نے خواتین پر کیسے کیسے عظیم الشان احسانات کئے ہیں۔

قدیم زمانہ میں عورت کی کسمپرسی

اسلام سے قبل تاریخ کے ہر دور میں عورت ظلم وستم کا نشانہ بنی رہی، کسی نے اس طبقہ پر رحم نہیں کیا، قدیم تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ مذہبی رہنماؤں نے عورت کو دنیا کے لئے باعث ننگ وعار اور معاصی ومنکرات کا سرچشمہ قرار دیا۔ یونانی تہذیب نے عورت کو تمام تر آفات ومصائب کی جڑ کہا۔ رومی تہذیب نے اس کو وہی حیثیت دی جو گھر کے اندر استعمال شدہ برتن کی ہوتی ہے، عیسائی تہذیب نے عورت کو برائیوں کی جڑ، شیطانی عمل اور معصیت کا دروازہ سمجھا، ہندو تہذیب نے بیوہ کے لیے شوہر کی چتا میں جلنا ضروری قرار دیا، عرب معاشرہ نے بھی لڑکی کی پیدائش کو ننگ وعار کا باعث قرار دیا، بلکہ بعض سنگ دلوں نے لڑکی کو زندہ درگور کرنے سے بھی احتراز نہ کیا۔

غرض صنف نازک ہر دور اور ہر خطہ میں مردوں کے مظالم کا تختۂ مشق بنی رہی، وہ دل ہی دل میں اس ذلت ورسوائی کے سیاہ بادلوں کے خاتمے کیلئے دست بہ دعا تھی کہ رحمت باری جوش میں آئی اور فاران کی چوٹی سے اس رحمت مجسم فخر کائنات

احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ظہور ہوا جس کی رحمت کے زیر سایہ طبقۂ نسواں نے چین وسکون اوراطمنان وراحت کا سانس لیا۔

عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے

عورت کے سکون واطمینان اورراحت وآرام کیلئے بذریعہ نکاح مردوعورت کے باہمی تعلقات کو استوار کیا اورعورت کو پابند کیا گیا کہ بیک وقت صرف ایک ہی شوہر کے پاس رہ سکتی ہے جب تک اس شوہر سے علیحدگی نہ ہوجائے کسی اور سے تعلق کرنا ناجائز اورحرام قرار دیا گیا اس میں بھی صرف عورت ہی کی مصلحت پوشیدہ ہے اور مردوں کو حسن سلوک کی تاکید کرکے عورتوں کا مرتبہ مزید بلند کردیا اوراگر عورت سے کوئی غلطی سرزد ہورہی ہے تو مرد کو نصیحت وفہمائش کا حکم دیا گیا،

کیوں کہ عورت حقیقت میں مرد سے کمزور، کم اندیش اور فطرتاً ناتواں واقع ہوئی ہے اس کے ساتھ عفوودرگزر، رحم وکرم اور خیر خواہی کا معاملہ کیا جائے، حضرت ابوہریرہ ﷺ کا بیان ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا. (بخاری)
''عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو''۔

ایک دوسری جگہ آپ ﷺ نے فرمایا: اِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلْعٍ لَنْ تَسْتَقِيمَ لَكَ عَلٰى طَرِيقَةٍ اِسْتَمْتَعْتَ بِهَا اِسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيهَا عِوَجٌ فَاِنْ هَبْتَ تُقِيمُهَا كَسَرْتَهَا وَكَسْرُهَا طَلَاقُهَا. (مسلم) ''عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے، یہ کسی طریقے سے بھی تیرے لیے سیدھی نہیں ہوگی، اگر تو اس سے فائدہ اٹھائے تو اس کی کجی کی حالت میں فائدہ اٹھا، اگر تو اسے سیدھی کرے گا تو توڑ دے گا۔

یعنی اس کو طلاق دینے کی نوبت آجائے گی پھر زندگی کی وہ پرسکون راحتیں اور عیش وآرام کے وہ لمحات جوان دونوں میں گذر رہے تھے وہ تھوڑی سی تلخی کی وجہ سے

سب مکدر ہوجائیں گے پھر افسوس کرنے سے کچھ ہاتھ نہ آئے گا اس لئے مردوعورت کو بہت ہی سوچ سمجھ کر قدم اٹھانے چاہئے اورعورت جو ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے اس کا حسن ٹیڑھے پن میں ہی ہے اس کو سیدھا کرنے کی کوشش نہیں کرنا چاہئے بلکہ اسی کے ساتھ فائدہ اٹھانا چاہئے۔

عورت ومرد ایک دوسرے کی خوبیوں کو دیکھیں

درحقیقت ہر شخص خوبیوں اورخامیوں کا مجسمہ ہے، اس لئے زوجین میں سے ہر ایک کی نظر اپنے جوڑے کی خوبیوں پر ہونی چاہئے، نہ کہ خامیوں پر، چنانچہ شریعت نے مردوں کو یہی تعلیم دی کہ اگر عورتوں میں کوئی خامی نظر آئے تو اسے نظر انداز کرتے ہوے ان کی خوبیوں پر نظر رکھیں، تاکہ ان کی ناپسندیدہ عادت کو برداشت کرنا آسان ہوجائے۔ ارشاد نبوی ہے: لَا يَفْرُكُ مُؤْمِنٌ مومِنَةً اِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ. (مسلم) ''کوئی مومن اپنی ایمان دار عورت (بیوی) سے نفرت نہ کرے، اگر اس کی ایک عادت ناپسندیدہ ہوگی تو دوسری عادت اسے خوش بھی کردے گی''۔

اللہ تعالی نے کوئی چیز دنیا میں بیکار پیدا نہیں کی ہر چیز ایک مصلحت اور کام کے لئے اللہ نے بنائی ہے۔

نہیں ہے چیز کوئی نکمی زمانہ میں
کوئی برا نہیں قدرت کے کارخانہ میں

مثل مشہور ہے کہ ''خراب گھڑی بھی دووقت صحیح ٹائم دیتی ہے'' تو عورت بھلا کیوں خوبیوں کی حامل نہ ہوگی ہر عورت میں کوئی نہ کوئی خوبی ضرور ہوتی ہے اس لئے ہر مرد کو اپنی بیوی کی اس خوبی کو دیکھنا چاہئے اسی طرح عورتوں کو بھی مردوں کی صرف خوبیوں پر نظر رکھنی چاہے۔

بہترین آدمی وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے لئے بہتر ہے

اگر غلطی بڑی ہو، برداشت سے باہر ہو، پھر بھی نبی کریم ﷺ نے سرزنش کیلئے جو تعلیم دی ہے وہ بھی رحم وکرم پر مشتمل ہے۔ چنانچہ حجۃ الوادع کے یادگار خطبے میں آپ ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے ساتھ اچھا معاملہ کرو، اس لئے کہ وہ تمہارے پاس رہنے کی پابند ہیں، تم اس کے علاوہ ان پر اور کچھ اختیار نہیں رکھتے، ہاں اگر وہ کسی بڑی کوتاہی اور بدزبانی (کھلی بے حیائی) کا ارتکاب کریں تو انہیں اپنے بستروں سے الگ کردو اور انہیں مارو، لیکن اذیت ناک نہ ہو، اس کے بعد اگر وہ تمہاری فرماں برداری اختیار کرلیں تو ان کیلئے کوئی اور راستہ نہ ڈھونڈو۔ یادرکھو جس طرح تمہارا حق تمہاری بیویوں پر ہے، اسی طرح تمہاری بیویوں کا حق تم پر ہے، ان کا حق تم پر یہ ہے کہ تم ان کے ساتھ ان کے لباس اور خوراک کا اچھی طرح خیال رکھو‘‘ (ترمذی، حسن صحیح) ایک دوسری حدیث میں آدمی کے اچھے ہونے کی علامت یہ بتائی گئی کہ وہ اپنے اہل وعیال کیلئے رحمت اور خیر ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ وَاَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِیْ.** (ترمذی: باب فضل ازواج النبی ﷺ) ’’تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے حق میں بہتر ہو اور میں تم سب میں اپنے اہل وعیال کے لئے اچھا ہوں‘‘۔

ایک اور حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ’’آپ ﷺ نے کسی خادم یا کسی عورت کو کبھی نہیں مارا‘‘۔ (صحیح سنن ابی داؤد)

بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالنا بھی صدقہ ہے

کچھ لوگ خیال کرتے ہیں کہ رعب ودبدبے کے ذریعہ عورت کو قابو میں کیا جاسکتا ہے اس لئے وہ یہ نہیں چاہتے کہ بیوی ہنسی سے بات کرے اور بیوی کے سامنے

ہنسی خوشی سے رہنے میں اپنی کسر شان سمجھتے ہیں یادرکھیں پیار ومحبت سے جو چیز حاصل ہوجاتی ہے وہ جبر کے ذریعہ نہیں حاصل ہوسکتی ہے اسی طرح بعض عورتیں بھی شوہروں کے حقوق کا خیال نہیں رکھتی ہیں جب کہ نیک خصلت بیوی کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ شوہر اس کو دیکھے تو وہ شوہر کو خوش کرے اور مرد کے لئے سب سے بہتر چیز دنیا میں نیک بیوی کا مل جانا ہے جس کو نیک بیوی مل گئی تو اس کی دنیا ہی جنت ہے حضور نبی اکرم ﷺ نے عورتوں کی خیر خواہی اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مردوں کو فرمایا تمہارا اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالنا بھی صدقہ ہے اس سے بہتر حسن سلوک کی اور کیا تعلیم ہوسکتی ہے اسی طرح عورت کو پیار ومحبت بھری نگاہ سے دیکھنے کو بھی عبادت اور صدقہ کہا گیا ہے اور آپ ﷺ نے مردوں کو اس بات کی تعلیم دی اور بیویوں کے ساتھ حسن معاشرت کا عملی طریقہ بھی بتلادیا۔

عورتوں کے آرام کا زیادہ خیال رکھا جائے

مارنا تو دور کی بات آپ ﷺ اپنی بیویوں کو زیادہ سے زیادہ آرام پہنچانے کی فکر میں رہتے تھے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ایک سفر میں آپ کے ساتھ تھیں، وہ تمام جسم چادر سے ڈھانپ کر اونٹ کی پچھلی نشست پر نبی کریم ﷺ کے ساتھ سوار ہوا کرتی تھیں، جب وہ اونٹ پر سوار ہونے لگتیں تو نبی کریم ﷺ اپنا گھٹنہ آگے بڑھا دیتے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اپنا پاؤں آپ کے گھٹنے پر رکھ کر اونٹ پر سوار ہوجایا کرتیں‘‘۔ (بخاری)

ایک دفعہ اونٹنی کا پاؤں پھسل گیا، نبی کریم ﷺ اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا دونوں گر پڑے۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ دوڑے دوڑے رسول اللہ ﷺ کی طرف لپکے، آپ ﷺ نے فرمایا: **عَلَیْکَ الْمَرْاَۃَ.** ’’پہلے عورت کی خبرلو‘‘۔ (بخاری)

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم بھی دیا اور اس کی عملی مثالیں بھی پیش کر دیں بلکہ ایک موقع پر بیوی کے ساتھ کمال محبت کو ایمان قرار دیا ''عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَخِیَارُكُمْ خِیَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ''

حضرت ابو هریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمانوں میں زیادہ کامل ایمان والا وہ ہے جس کے اخلاق بہتر ہوں اور اللہ کی نگاہ میں تم میں اچھے اور خیر کے حامل وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں زیادہ اچھے ہیں۔

عورتیں کانچ کے شیشے ہیں

ایک سفر میں اونٹوں کے کجاوں میں عورتیں سوار تھیں، ساربان حدی اپنی پرسوز آواز سے اشعار پڑھنے لگا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''دیکھو کانچ کے شیشوں کو توڑ نہ دینا''۔ (مسلم) اپنے اس فرمان میں آپ ﷺ نے عورتوں کو شیشہ سے تشبیہ دے کر امت کو یہ تعلیم دی کہ عورتوں کی حفاظت وغیرہ کا ویسا ہی خیال رکھو جیسے کہ شیشہ کا رکھتے ہو۔ بعثت نبوی سے پہلے ماں بن جانے کے بعد بھی عورت کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی تھی۔ رسالت مآب ﷺ نے ماں کی حیثیت واضح فرمایا اور اسے وہ مقام عطا کیا جو فطرت نے اسے دے رکھا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے اچھے سلوک اور بہترین برتاؤ کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں، اس نے پھر عرض کیا: اس کے بعد کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیری ماں، اس نے پھر پوچھا: اس کے بعد کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیری ماں۔ اس نے چوتھی مرتبہ پوچھا: پھر کون؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا تیرا باپ۔ (بخاری: ۵۹۷۱)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے دریافت کیا یا رسول اللہ ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا وہی تمہارے لئے جنت ہیں اور وہی تمہارے لئے دوزخ ہیں یعنی اگر ان کی خدمت کر کے ان کو راضی اور خوش رکھ لو تو تمہارے لئے وہ دخول جنت کا سبب بنیں گے اور اگر ان کی نافرمانی کرو گے تو تمہارے دوزخ میں جانے کا سبب بنیں گے۔

جنت ماں کے قدموں میں ہے

ایک صحابی خدمت نبوی میں حاضر ہوئے، اور جہاد میں شرکت کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: کیا تمہاری ماں ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اَلْزِمْهَا فَاِنَّ الْجَنَّةَ عِنْدَ رِجْلِهَا. (بخاری) ''تم ان کی خدمت میں رہو، اس لئے کہ جنت ان کے قدموں کے پاس ہے''۔

آپ ﷺ نے ماں کی قدر و منزلت اس قدر بلند کی کہ حالت شرک میں بھی ان کے ساتھ بہتر معاملہ کرنے کو ضروری قرار دیا۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کی مشرکہ والدہ صلح حدیبیہ کے بعد ان کے پاس آئیں، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: ''اِنَّ اُمِّیْ قَدِمَتْ وَهِیَ رَاغِبَةٌ. قَالَ نَعَمْ صِلِیْ اُمَّكِ''. (بخاری)

میری ماں آئی ہے اور مجھ سے صلہ رحمی کی امید رکھتی ہے، کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو''۔

اسی طرح حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ یمن سے ایک صاحب حضور ﷺ کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں جہاد کرنا چاہتا ہوں تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہا یمن میں تمہارا کوئی ہے یعنی والدین یا

والدین میں سے کوئی حیات ہیں تو انھوں نے کہا یا رسول اللہ میرے والدین ابھی زندہ ہیں پھر آپ ﷺ نے سوال کیا کیا تم نے ان سے اجازت طلب کی ہے تو انھوں نے کہا کہ نہیں اجازت تو نہیں لی ،تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یمن واپس جاؤ اور ان سے اجازت لو اگر وہ جہاد کرنے کی اجازت دیں تو جہاد کرو ورنہ ان کی خدمت کرو ان احادیث سے آپ اندازہ لگائیں کہ ماں باپ کا درجہ اور مرتبہ کیا ہے؟ کہ جہاد جیسی عظیم عبادت بھی اگر والدین اولاد کو اس کی اجازت نہ دیں تو اولاد کو والدین کے حکم کی خلاف ورزی کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

حضور ﷺ نے بچیوں کو جینے کا حق دیا

اللہ کا ارشاد ہے: ’’ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ‘‘. (لقمان) ’’اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شرک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو تو ان کا کہنا نہ مان، ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح زندگی بسر کرنا‘‘۔

اسلام سے قبل لڑکیاں زندہ درگور کردی جاتی تھیں، سرورکونین ﷺ نے نہ صرف انھیں جینے کا حق دیا بلکہ ان کی پرورش پر بڑے اجر وثواب کی خوشخبری بھی سنائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ’’ مَنِ ابْتُلِيَ مِنَ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ ‘‘ (صحیح مسلم، باب فضل الاحسان) ’’جو شخص لڑکیوں کے سلسلے میں آزمائش میں ڈالا جائے تو وہ اس کیلئے آگ سے بچانے کا سبب ہوں گی‘‘۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

’’مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَنَا وَهُوَ وَضَمَّ اَصَابِعَهٗ.‘‘ (صحیح مسلم، باب فضل الاحسان) ’’جو شخص دو لڑکیوں کی پرورش کرے، یہاں

تک کہ وہ جوان ہو جائیں تو قیامت کے دن میں اور وہ اس طرح آئیں گے اور آپ نے دو انگلیوں کو باہم ملایا۔

لڑکے کو لڑکی پر فوقیت نہ دو

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: ’’مَنْ عَالَ ثَلَاثَ بَنَاتٍ فَأَدَّبَهُنَّ وَزَوَّجَهُنَّ وَاَحْسَنَ اِلَيْهِنَّ فَلَهُ الْجَنَّةُ.‘‘ (ترمذی) ’’جس نے تین بیٹیوں کی پرورش کی، ان کو ادب سکھایا، ان کی شادی کی اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو اس کے لئے جنت ہے‘‘۔ اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ’’جس کے پاس لڑکی ہو، پھر وہ اسے زندہ درگور نہ کرے اور نہ اسے ذلیل سمجھے اور نہ اس پر لڑکے کو فوقیت دے تو اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا‘‘۔ (ابوداؤد)

یتیم بچیاں اپنے سرپرستوں کے ظلم وستم کا شکار تھیں، ایسے میں آپ ﷺ کی بعثت ان کے حق میں رحمت ثابت ہوئی۔ آپ ﷺ نے ان کی کفالت کو اجر وثواب کا باعث قرار دیا۔ ارشاد نبوی ہے: ’’میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں یوں ہوں گے، پھر آپ نے دونوں انگلیوں کو آپس میں ملایا‘‘ (بخاری) اسی طرح ایک دفعہ آپ نے فرمایا: ’’مسلمانوں کا سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ بہتر سلوک کیا جاتا ہے، اور سب سے برا گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ بدسلوکی کی جاتی ہے‘‘۔ (الادب المفرد)

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ’’فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ.‘‘ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے ساتھ مساوات اور برابری کا سلوک کرو ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ’’سَوُّوْا بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ فِي الْعَطِيَّةِ فَلَوْ كُنْتُ مُفَضِّلًا اَحَدًا لَفَضَّلْتُ النِّسَآءَ‘‘ داد و دہش میں اپنی سب اولاد کے ساتھ مساوات اور برابری کا معاملہ کرو اگر میں اس معاملہ میں کسی کو ترجیح دیتا تو عورتوں یعنی

لڑکیوں کو ترجیح دیتا مطلب یہ ہے کہ اگر مساوات و برابری ضروری نہ ہوتی تو میں حکم دیتا کہ لڑکیوں کو لڑکوں سے زیادہ دیا جائے۔

یتیم بچی کی کفالت کی شاندار مثال

حضور ﷺ کی تعلیمات کا اثر یہ ہوا کہ صحابہ کرام لڑکیوں کی کفالت کیلئے ایک دوسرے پر سبقت کرنے لگے، ہجرت کے موقع پر جب نبی کریم ﷺ مدینہ روانہ ہو رہے تھے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی آپ ﷺ کے پیچھے چچا چچا کہتی ہوئی آئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کا ہاتھ پکڑ کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہتے ہیں کہ اس کو اپنے پاس بٹھاؤ، یہ میرے اور تمہارے چچا کی بیٹی ہے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اسے اپنے پاس بیٹھا لیتی ہیں، جب اس کی اطلاع حضرت زید رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو ہوتی ہے تو اس کی کفالت کے سلسلے میں آپس میں بحث کرنے لگتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے اسے ساتھ لیا تھا، اور یہ میرے چچا کی بیٹی ہے، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میری بیوی ہے، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے دلیل دی کہ یہ میرے دینی بھائی کی بیٹی ہے، لہٰذا اس کی کفالت کا زیادہ حقدار میں ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اپنی خالہ کے پاس جائے، کیوں کہ خالہ ماں کے درجے میں ہوتی ہے۔ (بخاری، باب عمرۃ القضاء)

بیوہ اور باندی کی فضیلت اور ان کی خدمت

جاہل معاشرے میں بیوہ ہونا بہت بدنما داغ تصور کیا جاتا تھا، اسے منحوس اور بد قسمت سمجھا جاتا، اسے ذلت وحقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا، اسے اپنی محرومی اور بدنصیبی کا اتنا شدید احساس ہونے لگتا کہ بسا اوقات وہ خودکشی پر مجبور ہو جاتی تھی، نبی

رحمت ﷺ نے نہ صرف اسے حسن سلوک اور رحم وکرم کا مستحق قرار دیا بلکہ اس کی دیکھ بھال اور اس کی خدمت وتعاون کو اللہ کی راہ میں جہاد اور نفلی عبادت کے برابر قرار دیا۔

ارشاد نبوی ہے: ''اَلسَّاعِیُ عَلٰی الْاَرْمَلَةِوَ الْمِسْکِیْنِ کَالْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاَحْسَبُه قَالَ وَ کَالْقَائِمِ لَا یَفْتُرُو کَالصَّائِمِ لَا یُفْطِرُ.

(بخاری، باب الساعی علی المسکین)

''بیوی اور مسکین کے سلسلے میں دوڑ دھوپ کرنے والا اس شخص کی مانند ہے جو اللہ کی راہ میں دوڑ دھوپ کرتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ اس شخص کی طرح ہے جو مسلسل اللہ کی راہ میں تھکے بغیر نماز میں رہتا ہے اور لگاتار روزے رکھتا ہے''۔

تعلیمات نبوی کی روشنی میں بیوہ کے لئے شوہر کے ترکے میں حصہ متعین کیا گیا۔ والدین یا اولاد پر نان ونفقہ کی ذمہ داری ڈالی گئی، حتی کہ خود آپ ﷺ نے بیواؤں سے شادی کی اور یہ عملی ثبوت پیش کیا کہ اگر کسی عورت کے سر سے شوہر کا سایہ اٹھ جائے تو وہ نکاح ثانی کرکے خوشگوار زندگی گزارنے کا حق رکھتی ہے۔

لونڈی جس کی عرب معاشرے میں کوئی حیثیت نہیں تھی، نبی کریم ﷺ نے نہ صرف اس کی تعلیم وتربیت اور اس کے ساتھ حسن معاملہ کی تعلیم دی بلکہ اسے آزاد کر کے اس سے شادی کرلینے پر دوہرے اجر کا مستحق قرار دیا۔

ارشاد ہے: مَنْ کَانَتْ لَهُ جَارِیَةٌ فَعَلَّمَهَا وَاَحْسَنَ اِلَیْهَا ثُمَّ اَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا کَانَ لَهُ اَجْرَانِ، (بخاری) ''اگر کسی کے پاس کوئی لونڈی ہو وہ اسے تعلیم سے آراستہ کرے، حسنِ سلوک کا معاملہ کرے، پھر وہ اسے آزاد کرکے اس سے شادی کرلے تو اسے دہرا اجر ملے گا''۔

بیوہ سے شادی کرنا کثرت ثواب کا باعث

حضور ﷺ نے متعدد شادیاں کیں پہلی شادی جو آپ ﷺ نے کی پچیس سال کی عمر میں چالیس سالہ خاتون سے جو دو مرتبہ بیوہ ہو چکی تھیں جب کہ آپ ﷺ چاہتے تو ایک نہیں کئی ایک کنواریوں سے نکاح کر سکتے تھے آپ ﷺ نے متعدد شادیاں فرمائیں مختلف مصلحتوں کے پیش نظر شرعی قومی اور شخصی مصلحتیں تھیں جن کی بنیاد پر آپ ﷺ نے شادیاں کیں صرف ایک شادی آپ ﷺ نے کنواری سے فرمائی وہ بھی ترپن چون سال کی عمر میں گویا آپ ﷺ نے اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیا شادی کے لئے دونوں کا ایک ہی عمر کا ہونا لازم اور ضروری نہیں ہے۔

اور ایک شخص باوجود یکہ کنوارا ہے لیکن وہ بیوہ سے اس نیت وارادہ سے شادی کر رہا ہے کہ اس کی دلجوئی ہو تو یہ بڑے اجر وثواب کا مستحق ہے اسی طرح آپ ﷺ کے یہاں کئی ایک باندیاں تھیں کہ جن کے ساتھ اچھا برتاؤ اور حسن سلوک سے اس طرح پیش آتے تھے آج مرد اپنی منکوحہ سے بھی اتنا اچھا اخلاق پیش نہیں کرتا۔

بیویوں کے ساتھ ناانصافی پر عذاب

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین آدمی ایسے ہیں جنہیں دہرا اجر دیا جائے گا۔ایک وہ غلام جس نے اللہ کا حق ادا کیا اور اپنے مالک کا بھی ،دوسرا وہ آدمی جس نے اپنی لونڈی کو اچھا ادب سکھایا، پھر آزاد کر کے صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر اس سے نکاح کر لیا، تیسرا وہ آدمی جو اللہ کی پہلی کتاب پر بھی ایمان لایا اور جب اس کے پاس آخری کتاب آئی تو اس پر بھی ایمان لایا''۔

آپ ﷺ کی تعلیمات نے طبقۂ نسواں کے سلسلے میں پائی جانے والی تمام بے اعتدالیوں کو بھی ختم کیا جو زندگی کے مختلف گوشوں میں پائی جاتی تھیں۔اسلام سے قبل حائضہ عورتیں بالکل ناپاک سمجھی جاتی تھیں، نہ ان کا پکایا ہوا کھانا کھایا جاتا اور نہ ان کے ہاتھ کا پانی کوئی پیتا، نہ ان کے بستر پر کوئی بیٹھنے کا روادار ہوتا،عورتیں ان ایام میں خود اپنے ہی گھر میں اچھوت بن کر رہ جاتی تھیں۔آپ ﷺ نے ان عورتوں کے ساتھ تعلقات رکھنے کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:''اِصۡنَعُوۡا کُلَّ شَیۡءٍ اِلَّا النِّکَاحَ'' یعنی ایام ماہواری میں صرف مباشرت ناجائز ہے، باقی تمام تعلقات عورتوں کے ساتھ اسی طرح رکھے جائیں جس طرح دوسرے دنوں میں ہوتے ہیں۔

کثرت ازدواج پر پابندی لگاتے ہوئے ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ چار شادیوں کی اجازت دی مگر اس شرط کے ساتھ کہ بیویوں کے درمیان عدل قائم کرنا ہوگا۔عدم انصاف کی صورت میں سخت وعید سے متنبہ کیا گیا۔ارشاد ہے''اِذَا کَانَ عِنۡدَ الرَّجُلِ اِمۡرَأَتَانِ فَلَمۡ یَعۡدِلۡ بَیۡنَھُمَا جَاءَ یَوۡمَ الۡقِیَامَةِ وَشِقُّهٗ سَاقِطٌ'' (ترمذی، ابوداؤد) ''جس کسی کے پاس دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان عدل وانصاف کا برتاؤ نہ کرے تو قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کے جسم کا آدھا حصہ ناکارہ ہوگا''۔

تعدد ازدواج تاریخ عالم کی روشنی میں

مذہب اسلام نے بیک وقت ایک مرد کے لئے چار نکاح کرنے کی اجازت دی ہے ''فَانۡکِحُوۡا مَا طَابَ لَکُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ مَثۡنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ''تو جو عورتیں پسند ہوں ان میں دو دو تین تین چار چار سے تم نکاح کر سکتے ہو''فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَنۡ لَّا تَعۡدِلُوۡا فَوَاحِدَةً'' اور اگر تمہیں اندیشہ ہے کہ تم عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی پر بس کرو یعنی

ایک سے زائد عورتوں سے نکاح وہی شخص کرسکتا ہے جس کو ضرورت ہو اور پھر ہر ایک بیوی کے درمیان عدل وانصاف کا برتاؤ کرسکے بیوی کے درمیان نا انصافی کرنے والوں پر اللہ کی طرف سے بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں، رہ گیا مسئلہ تعدد ازدواج کا تو مذہب اسلام ہی نہیں بلکہ تاریخ سے ثابت ہے کہ داعیان توحید اور پیغمبران برحق نے ایک سے زائد نکاح کرنا جائز ہی نہیں لکھا بلکہ اس پر عمل بھی کیا ہے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، میں سے ہر ایک کے یہاں ایک سے زائد بیویاں تھیں اسی طرح ہندوستان میں بھی جو اکابر ہنود ہیں انھوں نے بھی ایک سے زائد شادیاں کی ہیں مذہب اسلام چوں کہ ایک کامل ومکمل مذہب ہے جو فطرت انسانی کے موافق ہے جو مرد وعورت کی نفسیات کا بھی مکمل کفیل اور ضامن ہے اس لئے مذہب اسلام کی کوئی چیز ایسی نہیں جس پر انگلی اٹھائی جاسکے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو احکام اسلام کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

☆☆☆

اسلام سے قبل

عرب عورتوں کے حالات اور سرگرمیاں

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ . وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ . اَمَّابَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، وَاِذَابُشِّرَ اَحَدُھُمْ بِالْاُنْثٰی ظَلَّ وَجْھُہٗ مُسْوَدًّا وَّھُوَ کَظِیْمٌ، یَتَوَارٰی مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِہٖ اَیُمْسِکُہٗ عَلٰی ھُوْنٍ اَمْ یَدُسُّہٗ فِی التُّرَابِ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

معزز خواتین اسلام ماؤں اور بہنو! قرآن وحدیث اور تاریخ کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قبل از اسلام عورتوں کی حالت بڑی ہی ناگفتہ بہ تھی ان کے ساتھ بڑا ہی ناروا سلوک کیا جاتا تھا ایک ایک آدمی کے نکاح میں دس دس گیاری گیارہ ،عورتیں ہوا کرتی تھیں اور عورتوں کو کسی طرح کا کوئی اختیار نہ تھا بلکہ سامان کی طرح ان کی خرید وفروخت ہوا کرتی تھی ان کو محض مرد کی خواہش پوری کرنے کا ایک ذریعہ سمجھا جاتا تھا نہ عورتوں کی کوئی عزت تھی نہ احترام شادی سے پہلے باپ اور بھائیوں کے ظلم وستم سہتی تھیں اور شادی کے بعد شوہر کے ظلم وستم برداشت کرتی تھیں اور پوری زندگی کسمپرسی اور احساس کمتری کا شکار رہا کرتی تھی اس کے پاس اگر مال ہوتا تو مکمل طور پر شوہر اس کا مالک ہوا کرتا تھا عورت کو اپنے حال میں تصرف کرنے کا اختیار نہ تھا بلکہ شوہر جس طرح چاہتا تصرف کرتا حتی کہ اسے اجازت ومشورے کی بھی ضرورت نہ تھی۔

عورتوں کی ناگفتہ بہ حالت

ایک بہت بری رسم یہ بھی تھی کہ ماقبل اسلام لڑکیوں کے تولد کو نحوست سمجھا جاتا تھا اور وہ ان سے خوش نہ ہوتے تھے، قرآن مجید نے اس منظر کی تصویر کشی اس طرح کی ہے ’’وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰی ‘‘الخ یعنی اور جب ان میں سے کسی کو عورت (یعنی بیٹی) کی خبر دی جائے تو سارا دن اس کا چہرہ بے رونق رہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہے، جس چیز کی اس کو خبر دی گئی ہے اس کی عار سے لوگوں سے چھپا چھپا کر پھرے کہ آیا اس کو ذلت پر لئے رہے یا اس کو مٹی میں گاڑ دے، اب سن لو ان کی یہ تجویز بہت ہی بری ہے‘‘ (سورہ نحل)

عورتوں اور بچوں سے ناخوشی کا سلسلہ یہیں رکا ہوا نہ تھا بلکہ وہ نوزائیدہ بچیوں کی ذمہ داری سے راہ فرار اختیار کرتے ہوئے، عار اور انتہائی افلاس کے ڈر سے زندہ

درگور کر دیتے تھے’’وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ‘‘یعنی’’اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ پر قتل کی گئی تھی‘‘ (سورہ تکویر)

اس بری لت کے لئے ربیعہ کندہ اور تمیم قبائل شہرت رکھتے تھے۔

بہر صورت عورتوں کے حقوق نہ وراثت میں مسلم اور محفوظ تھے، نہ کمائے ہوئے مال وزر میں اور نہ ہی ان کے خود کے مال میں تصرف کی آزادی انھیں حاصل تھی، بلکہ اس سے بھی بری حالت یہ تھی کہ مال متروکہ میں اس کا شمار ہوتا تھا، اگر کوئی شخص مرجاتا تو اس کا بیٹا اس کی بیویوں کا وارث ہوا کرتا تھا، چنانچہ وہ اس کی بیویوں سے ویسے ہی تمتع کرتا تھا جیسا کہ اس کا باپ کیا کرتا تھا۔

ماقبل اسلام جزیرہ نمائے عرب میں عورتوں کے مسائل اسرائیلی اور عیسائی اثرات سے متاثر تھے، اسرائیلی قانون کے مطابق عورت سب سے پہلے مکمل طور پر اپنے باپ کی پھر اپنے شوہر کی ملکیت ہوا کرتی تھی اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کی خرید وفروخت کی جاسکتی تھی، وراثت میں وہ کسی کے حوالہ کی جاسکتی تھی اور مال متعہ کی حیثیت سے اس کو اجرت پر دیا جاسکتا تھا، بلکہ والد کو یہ حق تھا کہ وہ اپنی بیٹی کو غلاموں کی طرح بیچ دے یا جب چاہے اسے قتل کر دے، توریت میں عورت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ موت سے زیادہ کڑوی ہے، عورت کے تئیں عیسائی اثرات وعوامل متضاد ہیں، اس لیے عیسائیت نے عورت کو اس وقت عزت بخشی جب حضرت مریم علیہا السلام کی شخصیت کو اس نے نمائندگی دی، عیسائیوں کے نزدیک عورتوں کی عزت افزائی کی ایک شکل تو یہ تھی، کہ ان کے نزدیک عورتوں کی دوسری حیثیت یہ تھی کہ وہ حضرت آدم کی غلطی کی وجہ سے مرد کے مقام ومرتبہ سے کم حیثیت کی مالک تھی اس لیے کہ مرد اللہ کی شکل میں پیدا کیا گیا ہے جبکہ عورت مرد کے پہلو سے پیدا کی گئی ہے، اسی طرح کا قول انجیل میں بھی ہے۔

عورت بھی مال کی طرح میراث میں

قرآن کریم نے زمانہ جاہلیت کی چل رہی بہت سی رسوم بد کا سد باب کیا چنانچہ لوگ عورت کی جان اور اس کے مال کا اپنے کو مالک سمجھتے تھے اور بطور میراث کے شوہر کے انتقال کے بعد سوتیلا بیٹا اس عورت سے نکاح کرلیا کرتا تھا ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ کَرْھًا"۔ اے ایمان والو! تمہارے لئے جائز نہیں کہ عورتوں کے زبردستی مالک ہو جاؤ۔

قرآن کریم نے حقیقت واقعہ کو بیان کیا ہے کہ اہل عرب ایسا کرتے تھے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر عورت اپنی رضا وخوشنودی سے اپنے کو بطور میراث کسی کے حوالے کردے تو جائز ہے آگے فرمایا "وَلَا تَعْضُلُوْھُنَّ لِتَذْھَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَیْتُمُوْھُنَّ" اور تم ان کو اس لئے نہ روکو کہ جو کچھ تم نے دیا ہے وہ ان سے لے لو یعنی ایسا کرنا جائز نہیں اس لئے اس سے احتیاط ضروری ہے۔

لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی حقیقت

جہاں تک ماقبل اسلام اہل عرب میں لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی بات ہے تو اس سلسلہ میں مبالغہ آرائی صحیح نہیں ہے میدانی نے ہیثم بن عدی سے نقل کیا ہے کہ بالعموم عرب قبائل میں دس لڑکیوں میں سے ایک لڑکی کو زندہ درگور کرنے کا تناسب تھا، تاہم بہت سے قبیلے مطلقاً اس لعنت سے محفوظ تھے، بہرصورت انتہائی افلاس اور فقر وفاقہ کے اندیشہ سے لڑکیوں کو زندہ درگور کیا جاتا تھا۔

ان واقعات کی یہ تفسیر مناسب نہیں ہے کہ اس عمل کی وجہ عورتوں کی تحقیر اور سماج میں ان کی قدر ومنزلت کی کمی تھی، یونان وغیرہ جیسے ممالک میں زیادہ تر معاشرت کے

بارے میں تاریخ ہمیں بتلاتی ہے کہ وہاں کے باشندے فقر وفاقہ کے اندیشہ سے اپنے بچوں سے چھٹکارا حاصل کرتے تھے۔

تہذیب وشائستگی

اگر عورت محتاج، خستہ حال اور کمزور قرابت والی ہوتی تو اکثر وبیشتر اس کے حقوق فراموش کردیئے جاتے تھے اور وہ کم حیثیتی کا شکار ہوجاتی تھی، لیکن اگر وہ حسب ونسب اور قرابت کی مالک ہوتی تو اسے اپنے خاندان اور قبیلے میں امن وتحفظ حال رہتا تھا، شوہر کی نگرانی اور اس کے احترام کی ضمانت اس کو ملتی تھی، ایک طرف تو یہ صورت حال تھی، دوسری طرف صورت حال یہ تھی کہ ماقبل اسلام شہری خواتین دیہات کے برعکس اچھی حالت میں ہوتی تھی، اس لیے کہ شہری مزاج اور معیار معیشت نے خواتین کو شخصی آزادی، عمومی حریت، متعدد قسم کی سرگرمیوں میں شرکت کرنے کی قدرت عطا کی تھی، یہ الگ بات ہے کہ شہری سماج کے بدلنے سے آزادی کی قدریں بھی بدلتی رہتی تھیں، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے جو روایت منقول ہے وہ ان حقائق کی دلیل ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "ہم قریشی، عورتوں پر غالب تھے، جب ہم مختلف شہروں میں گئے، تو ہم نے وہاں کے لوگوں پر ان عورتوں کو حاوی دیکھا، یہ دیکھ کر ہماری بیویاں ان شہروں کی خواتین کے آداب اپنانے لگیں، چنانچہ میری اہلیہ مجھ پر چیخنے چلانے لگی، پھر وہ معاملات میں مجھ سے بات چیت کرنے لگی، مجھے پسند نہیں آیا کہ وہ مسائل وامور میں مجھ سے بات چیت کرے، اس پر میری اہلیہ نے کہا: میری گفت وشنید آپ کو ناگوار ہوتی ہے؟ بخدا پیغمبر اسلام ﷺ کی ازواج مطہرات آپ سے حتمی طور پر امور ومسائل میں گفت وشنید کرتی تھیں، علاوہ ازیں شہر میں خواتین

ٹھاٹھ باٹھ اور عیش وعشرت کے وسائل سے محفوظ ہوا کرتی تھیں، چناں چہ وہ جس قدر نوع بنوع ملبوسات اور زینت کے طریقوں سے واقف تھیں اس قدر دیہات کی خواتین واقف نہ تھیں، جب کہ شہر اور دیہات ہر دو جگہوں کی لڑکیوں اور خواتین کے مزاج میں بہر صورت زینت اختیار کرنے اور حسن وجمال کو ظاہر کرنے کی خواہش ہوتی ہے، چناں چہ وہ اپنی زلفوں پر توجہ دیتی تھیں، مختلف انداز سے بالوں کو عطر، خوشبو اور تیل لگا کر کنگھی کرتی اور انھیں سنوارتی تھیں، اسی طرح یہ خواتین گودائی ہتھیلیوں اور قدموں کو رنگین کرنے، ابروؤں کو خوبصورت بنانے، چہروں سے بالوں کو ختم کرنے، ہار، پازیب اور کنگن وغیرہ جیسے زیورات کے استعمال پر توجہ مبذول کرتی تھیں۔ البتہ حسن وجمال اور زیب وزینت اختیار کرنے میں عرب خواتین مادی اور معاشرتی حالات ومسائل کی اجازت کے بقدر چند قدم آگے بڑھ جاتی تھیں، بلکہ ماقبل اسلام عرب سماج میں ایسی خواتین موجود تھیں جو بیوٹی پارلر کا پیشہ اپنائی ہوئی تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب حضرت صفیہ کو دحیہ کلبی سے خریدا تو انھیں حضرت ام سلیم کے پاس بھیج دیا، تاکہ وہ انھیں تیار کرائیں، چنانچہ حضرت ام سلیم نے انھیں کنگھی کی، خوشبو لگایا اور ان کے بال اکھاڑے۔

عرب خواتین کی حالت روم اور یونان کی عورتوں سے بہتر تھی

اسلام کی آمد سے پہلے عرب خواتین کی بدتر حالت کو لوگ جس شدومد سے پیش کرتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے۔ ایسے لوگ صحیح اور حقیقی صورت حال سے واقف نہیں ہیں، عرب معاشرہ پر تھوڑی بہت بھی تحقیق کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ بہت سارے عرب اپنی لڑکیوں سے الفت رکھتے تھے، ان کے ناموں پر اپنی کنیت رکھتے اور ان کے مشوروں کو بغور سنتے تھے، ماقبل اسلام عرب خواتین کو محدود پیمانہ پر تسلیم شدہ وراثت

سے محروم کیا جاتا تھا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایک عمومی قاعدہ کلیہ کی طرح ہمیشہ کے لئے انھیں میراث سے محروم کر دیا گیا تھا۔ یا یہ کہ مال کی ملکیت اور اس میں تصرف کا حق وہ کھو چکی تھیں، اگر ہم قبل از اسلام کی خواتین کی صورت حال کا موازنہ یونانی، رومی یا دیگر معاصر قدیم ترقی یافتہ تہذیبوں کے زیر سایہ زندگی گزارنے والی خواتین کے درمیان کریں تو ہمیں یقیناً یہ بات ملے گی کہ عرب خواتین بدرجہا بہتر حالت میں تھیں۔ قبل از اسلام جزیرہ نمائے عرب کا اسٹیج ان عرب خواتین سے خالی نہ تھا جنھوں نے ادب، سیاست، حکومت، جنگ اور تجارت وغیرہ جیسی نوع بنوع سرگرمیوں میں اپنا نام روشن نہ کیا ہو۔ وہ اپنے معاصر مردوں سے عزت واحترام وصول کرنے کی قابل ہو گئی تھیں، بلکہ عرب سماج میں اسلام کی آمد سے پہلے بہت ساری خواتین خیر وشر میں یکساں طور پر ضرب المثل بن چکی تھیں، چناں چہ اہل عرب میں ''عطر منشم'' کا ضرب المثل رائج تھا ''منشم'' ایک عطر فروش عورت کا نام تھا۔ اہل عرب کا معمول تھا کہ جب وہ میدان جنگ کا رخ کرتے تو سب کے سب اس عورت کی خوشبو میں اپنا ہاتھ ڈبوتے اور میدان جنگ میں ثابت قدم رہنے کا عہد کرتے تھے، چنانچہ جب بھی ان کے درمیان دشمنی بڑھ جاتی اور جنگ ٹھن جاتی تو "وقوا بینھن عطر منشم" کہا جاتا تھا، اسی طرح بدشگونی کے لئے ''بسوس'' کہا جاتا تھا، یہ اس عورت کا نام تھا وہ بنو بکر اور تغلب کے درمیان خونریز جنگ کا سبب بنی تھی، یہ جنگ چالیس سال تک چلی، اس میں بہت سارے عرب ہلاک ہوئے یہاں تک کہ اس کو شؤم البسوس کہا جانے لگا۔

لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی رسم بد

ہاں یہ بات ضرور ہے کہ اہل عرب اپنی لڑکیوں کو عار کی وجہ سے قتل کیا کرتے تھے ان کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے اور اپنے لڑکوں کو بھی تنگ دستی اور افلاس کی وجہ سے قتل

کر ڈالتے تھے جیسا کہ آیت کریمہ سے اس کا پتہ چلتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "وَلاَ تَقْتُلُوْا اَوْلاَدَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلاَقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْأً كَبِيْرًا" کہ اپنی اولاد کو فقر وفاقہ کے اندیشہ سے قتل نہ کرو ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی، ان کا قتل کرنا بڑا گناہ ہے۔

لیکن سارے ہی قبیلے اور خاندان کے لوگ ایسا نہیں کیا کرتے تھے بلکہ بہت سے قبیلے اور خاندان ایسے بھی تھے جو اولاد کی اچھی پرورش کرتے اور لڑکیوں کو بڑے ہی احترام سے پال کر ان کی شادی بیاہ کرتے۔

البتہ یہ ضرور ہے کہ وہ دَور دورِ جاہلیت تھا ایک طویل عرصہ سے اس سرزمین پر کسی نبی ورسول کی بعثت نہیں ہوئی تھی اخلاقی گراوٹ اور تہذیبی بگاڑ ان میں زوروں پر تھا عصبیت ان کی گھٹی میں پلی ہوئی تھی اپنے آباواجداد کے اچھے کارناموں پر فخر کرنا اپنا قومی شعار سمجھتے تھے بڑے بڑے بازاروں میں جا کر مشاعروں اور جلسے جلوس کی محفلوں میں جا کر فخریہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

اور یہ چیز صرف مردوں ہی میں نہیں تھیں بلکہ ان کی عورتوں اور کمسن بچیوں میں بھی تھی ان کی ذہانت اور قوت حافظہ خداداد تھی وہ پڑھنے لکھنے کو عیب سمجھتی تھیں اور آج بھی ان کے اشعار استدلال کے طور پر پیش کئے جاتے ہیں ان کو اپنی زبان پر ناز تھا ان کی چھوٹی چھوٹی بچیاں بڑی بڑی محفلوں میں برجستہ فصیح وبلیغ تقریریں کر دیا کرتی تھیں اور اس کیلئے ان کو پڑھنے اور سیکھنے کی ضرورت نہیں تھی اسی لئے وہ دوسروں کو عجمی یعنی گونگا اور اپنے کو عربی کہتے تھے اسلئے یہ کہنا صحیح نہیں کہ سارا عرب اپنی بچیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتا تھا۔ بلکہ میں تو یہ بھی کہتا ہوں ایسی خواتین بھی تھیں جنہوں نے سیاست میں عظیم کارنامے انجام دیئے۔

میدان سیاست کی شہ سوار خاتون

قبل از اسلام بادیہ شام میں جن عرب خواتین نے حکومت وسلطنت کے میدان میں شہرت حاصل کی ان میں ملکہ تدمر بابے یا زنوبیا ہے۔ معروف ہے کہ سرداران تدمر بچے کھچے عرب عمالقہ ہیں، جو صحراء سے نکل کر بادیہ شام کے اصل باشندوں پر غالب آگئے اور آرامی زبان کو اپنی سرکاری زبان بنالیا تاہم اس زبان میں ان لوگوں نے بعض عربی عناصر بھی داخل کر دیئے تھے، حاکمین تدمر میں سے اذنیہ اور اس کی بیوی زنوبیا مشہور ہوئے، تیسری صدی عیسوی میں اہل فارس کے خلاف اپنے مضبوط موقف کی وجہ سے شہنشاہ روم نے ان دونوں کی تکریم کی، ملکہ تدمر "زنوبیا" نے ۲۶۷ء میں اپنے شوہر کی وفات کے بعد جب زمام اقتدار سنبھالی تو اس نے عربوں پر انحصار کر کے اپنے شوہر کی پالیسیوں میں از سر نو وسعت پیدا کی اس نے نہ صرف شام پر قبضہ کیا، بلکہ مصر، عراق اور ایشیاء صغری پر بھی اپنا اثر ورسوخ بڑھایا، رومی امپائر کے ساتھ کشمکش میں شہنشاہ اورلیان نے ۲۷۲ء میں قبیلہ تدمر پر قبضہ کرلیا اور اس نے ملکہ زنوبیا کی شان وشوکت کی کمر توڑ دی۔

تاریخی مآخذ اور روایات کا ملکہ زنوبیا (یازباء) کی عظمت، قوت، بہادری اور مردوں پر اس کے اثر ورسوخ کی قدرت پر اتفاق ہے، وہ دور اندیش، حساس، صائب الرائے، بلند فکر اور سیاست وجنگ کے امور میں ماہر تھی۔

عورتیں بھی سیاست کی ماہر ہوا کرتی تھیں

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ماقبل اسلام میں اندرون جزیرہ نما زمام اقتدار سنبھالنے والی خواتین کی مثالیں معدوم ہیں۔ ملکہ یمن کی بلقیس کے بارے میں قرآن

مجید نے بیان کیا ہے کہ اس کو سلطنت کے لوازم میں سے ہر قسم کا سامان میسر تھا اور اس کے پاس ایک بڑا اور قیمتی تخت تھا'' (سورہ نمل)

مذہبی اور غیر مذہبی داستانوں سے ہمارا استدلال ہے کہ ملکہ بلقیس ہمت آور اور بلند گو اور وسیع الاثر تھی، نیز اس نے اپنی حکومت کی بنیاد شورائی نظام پر رکھی تھی اور کسی اہم تجویز پر فیصلہ کرنے سے پہلے اپنے لوگوں سے رجوع کرتی تھی، اس بارے میں قرآن مجید کی یہ آیت ''اے اہل دربار تم مجھ کو میرے اس معاملہ میں رائے دو کہ مجھ کو سلیمان کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہئے، میں کسی بات کا قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک کہ تم لوگ میرے پاس موجود نہ ہو''۔ (سورہ نمل)

مزید برآں وہ پرزور شخصیت کی مالک تھی، اس کی اس خوبی نے رعایا پر زبردست اثر چھوڑا تھا، چناں چہ پوری رعایا پیکر سمع وطاعت بنی ہوئی تھی اور اسکی قوم نے اس کو اس وقت اعتماد اور بھروسہ دے کر اس کو تقویت پہنچائی جب ان لوگوں نے اپنی قوت اور زور بازو سے دشمنوں کی مزاحمت کے خلاف ہچکچی دکھائی، قرآن نے اسکی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ''وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم بڑے طاقتور اور بڑے لڑنے والے ہیں اور (آئندہ) اختیار تم کو ہے، سو تم ہی مصلحت دیکھ لو جو کچھ تجویز کر کے حکم دینا ہو'' (سورہ نمل)

ملکہ بلقیس سیاسیات کی ماہر تھی، طاقت کے زور پر کوئی فیصلہ کرنے کی بجائے وہ سفارتی طریقوں پر یقین رکھتی تھی، چنانچہ اس نے حضرت سلیمان کو منوانے اور ان کے خطرہ سے محفوظ رہنے کے لئے ان کے پاس تحائف بھیجنا مناسب سمجھا یعنی ''میں ان لوگوں کے پاس کچھ ہدیہ بھیجتی ہوں پھر دیکھوں گی کہ وہ فرستادے وہاں سے کیا جواب لے کر آتے ہیں''۔ (سورہ نمل)

نویں صدی قبل مسیح میں اگر بلقیس نے جزیرہ نمائے عرب پر حکمرانی کی تھی تو اس کے بعد بھی اسلام کی آمد تک جزیرہ نمائے عرب کے جنوب کے خطہ میں چوتھی صدی

عیسوی میں فارعہ اور لمیس بنت اسعد تبع جیسی دیگر ان ملکاؤں کی حکومتیں چلتی رہیں جن کا نام رسوم ورواج ناول اور عرب شاعری میں بار بار آتا رہتا ہے۔

عورتوں میں بھی خودمختاری اور فنون میں مہارت

دانشمندی اور بڑائی میں خواتین قریش میں سے نیمی خواتین نے شہرت پائی جو اپنے شوہروں پر تشدد اور سختی کرتی تھیں، سلمہ بنت عمرو بن عدی النجار کے حوالہ سے بیان کیا جاتا ہے کہ وہ مردوں سے اسی شرط پر شادی کرتی کہ وہ اسے چھوڑ دے گی۔

اسلام کی آمد سے قبل عرب خواتین بعض عام مشغلہ اور طب جیسے علمی چھاپ رکھنے والے نفع بخش پیشے اختیار کرتی تھیں، اس سلسلہ کی روایات بہت ہیں کہ عرب خواتین بیماروں کی تیمار داری کرنے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے کی غرض سے مردوں کے ساتھ میدان جنگ جایا کرتی تھیں، اسلام سے قبل کئی خواتین پیشہ طب میں نامور ہوئیں، چنانچہ قبیلہ بنو عواد کی طبیبہ زینب، بدن، آنکھ اور زخموں کی معالج تھیں، جب کہ رفیدہ انصاریہ جس نے زمانۂ اسلام پایا اور مسلمان ہوئیں مسجد نبوی میں زخمیوں کی معالج تھیں۔ اسی طرح قبل از اسلام عرب خواتین نے اون کاتنے اور کپڑے بننے کی مشق وتربیت حاصل کرنے میں روایتی ذوق وشوق کا مظاہرہ کیا، چنانچہ اکثر وبیشتر ہر خاتون کے پاس ایک چرخا ہوا کرتا تھا جس سے وہ اون اور سوت کاتتی تھی، ان میں سے بعض تو چٹائیاں بنتی اور ان پر ملمع کاری کرتی تھیں۔

غرض یہ کہ اسلام سے قبل خواتین کے کارنامہ بھی بہت رہے جن کو نظر انداز اور فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے اور اس زمانہ کے اعتبار سے ہر میدان میں انھوں نے کارنامہ انجام دیئے بلکہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا آج جتنے کام اور ہنر ہم دیکھ رہے ہیں ان میں زیادہ تر ہنر ایسے ہیں جن کو اسلام سے پہلے کی خواتین انجام دیا کرتی تھیں اب زمانہ کی

ترقیات نے انھیں کاموں کوخوش سلیقگی کے ساتھ پیش کیا ظاہر ہے کہ وہ بھی تو انسان تھیں انسانوں کوجن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے انھیں بھی پڑتی تھی تو اس کو حاصل کرنے کیلئے کوشش کرنی ہی پڑے گی اسلئے اس زمانہ میں بھی ساری چیزیں تھیں اور جس طرح آج مردوزن بہت سے کام انجام دیتے ہیں اسی طرح اس زمانہ میں بھی۔

قبل ازاسلام بھی عورتوں کواپنی پسند سے نکاح کرنے کا اختیار

قبل ازظہور اسلام عرب سماج میں عورتون کے گرانقدر مقام ومنزلت کی سب سے نمایاں اورواضح مثال رسول اللہ ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد کی ہے،ان کے بارے میں یہ بات معروف ہے کہ وہ قریش کی خواتین میں سب سے زیادہ خوشحال تھیں۔دور جاہلیت میں ان کا لقب ''الطاہرۃ''اور''سیدہ قریش''تھا،وسیع اقتصادی سرگرمیوں کوسرانجام دینے کے لئے انھوں نے پیغمبراسلام حضرت محمد ﷺ سے مدد مانگی،چنانچہ جب حضور ﷺ نے حضرت خدیجہ کے مال تجارت کوشام لے جانا منظور کیا اور مال تجارت میں دوگنا اضافہ ہوا تو انھوں نے آپ ﷺ کی برکت،امانت داری اورآپ کے اخلاق کریمانہ کودیکھ کرآپ کونکاح کا پیغام دیا اور پھر آپ ﷺ سے شادی کرلی۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سیرت وکردار کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ظہور اسلام سے قبل عرب سماج میں وسیع معاشی سرگرمیوں کے لئے عورتیں آزاد تھیں،نیز انھیں یہ آزادی بھی حاصل تھی کہ وہ خوداپنے من پسند شخص کو پیغام نکاح دیں۔

قبل ازاسلام لڑکیوں کی عزت واحترام

ماقبل اسلام عربوں کے نزدیک عورت بہ حیثیت ''بیٹی'' کوبھی بڑی اہمیت حاصل تھی۔یہ کہنا درست نہیں ہے کہ دور جاہلیت میں اہل عرب علی العموم لڑکیوں کو

زندہ درگور کردیتے تھے،یہ لعنت عرب کے تمام قبائل میں عام نہیں تھی،کیوں کہ لاتعداد عرب اپنی بیٹیوں سے محبت کرتے،ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرتے،ان کی تعریف کرتے اوران کی خوبیاں گناتے نہیں تھکتے تھے،بعض اہل عرب تواپنی بیٹیوں سے اہم امور میں مشورہ لیتے اوران کی رائے مانتے تھے۔اکثر وبیشتر باپ کی کنیت بیٹی کے نام پراور ماں کی کنیت بیٹے کے نام پر رکھی جاتی تھی،اہل عرب کے اخبارات واشعار میں اس کی کئی مثالیں ملتی ہیں،نابالغہ ذبیانی کی کنیت ابوامامہ،حذیفہ بن مغیرہ کی کنیت ابوامیہ اورعمروبن عبداللہ الجحمی کی کنیت ابوعزہ تھی۔کسی بھی قوم کا حال اسی وقت معلوم ہوسکتا ہے جب کہ اس کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے صرف سنی سنائی باتوں پراعتمادوبھروسہ کرنا عقلمندوں کا کام نہیں ہے عام طور پر لوگوں کا مزاج بن چکا ہے کہ سنی سنائی باتوں پراعتمادوبھروسہ کرلیتے ہیں تحقیق وتفتیش کا مزاج نہیں رہا کتابوں کے دیکھنے اور مطالعہ کی توفیق نہیں اور دوسروں سے پوچھنے میں عاراور ہتک محسوس کرتے ہیں۔اس لئے قوموں کی تواریخ کا مطالعہ ضرور کریں جوقوم اپنی تاریخ کوفراموش کردیتی ہے اوراس سے کٹ جاتی ہے اس قوم کا نام ونشان مٹ جاتا ہے۔

ایک عورت کی فریاد آسمان پر سنی گئی

ماقبل اسلام عرب خواتین کی صورت حال کا جائزہ لینے سے یہ حقیقت کھل کرسامنے آتی ہے کہ ظہوراسلام کے وقت سے ہی عرب خواتین کا اسلام کیلئے نمایاں کردارادا کرنا کوئی اچانک پیش آنے والا واقعہ نہ تھا،بلکہ اس کی جڑیں عرب سماج میں ماقبل اسلام ہی سے پیوست تھیں،اس بات کا نہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے اور نہ تصور کہ بعثت رسول کے چندسال گزرنے سے قبل ہی عرب خواتین ان جرأت مندانہ اقدامات کی پیشکشی کے لئے اچانک میدان عمل میں کودپڑیں۔

جن کا عکس ہمیں آغاز اسلام میں ملتا ہے، ایک جانب ایک صحابیہ پیغمبر اسلام ﷺ سے اپنے شوہر کے بارے میں اس انداز سے مباحثہ کرتی ہیں کہ اس کی گونج قرآن مجید میں سنائی دیتی ہے ”بے شک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے معاملہ میں جھگڑتی تھی اور (اپنے رنج وغم کی) اللہ تعالیٰ سے شکایت کرتی تھی اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا، اور اللہ تو سب کچھ سننے والا اور سب کچھ دیکھنے والا ہے“ (سورہ مجادلہ)

یہ چند مثالیں اور واقعات جو میں نے آپ کے سامنے بیان کئے ہیں ان سے آپ اندازہ لگا سکتی ہیں کہ عرب خواتین شرم وحیا کی پیکر اور غیور خواتین تھیں اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر ان کو بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا لیکن ان صلاحیتوں پر پردہ پڑا ہوا تھا جسے ظہور نبوی اور بعثت نبوی نے منکشف کیا اور ان خواتین نے آپ ﷺ کی صحبت بابرکت سے کسب فیض کیا اور پوری امت کی رہبر ونما ثابت ہوئیں اور ایسے ایسے کارنامے انجام دیئے کہ جب سے دنیا آباد ہوئی آسمان وزمین نے ایسی معزز محترم خواتین کو نہیں دیکھا ہر میدان میں آگے آگے تھیں۔ اخلاق حسنہ کی پیکر زیور تعلیم سے آراستہ پیراستہ شب وروز ذکر اللہ کی کثرت اور اللہ ورسول کے اشاروں پر مر مٹنے کا جذبۂ صادق صوم وصلوٰۃ کی پابندی اور فرشتہ صفات انساں تھیں لیکن یہ ساری خوبیاں اس وقت ان میں آئیں جب کہ اللہ ورسول پر ایمان لائیں اور صدق دل سے دین اسلام قبول کیا پھر اس کے نتیجہ میں امت کی سربراہی کا فریضہ انجام دیا۔

جو نہ تھے خود راہ پر اوروں کے رہبر بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

اللہ تعالیٰ ہمارے اندر بھی صحابیات جیسے اوصاف جمیلہ پیدا فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ☆

بحمد اللہ تعالیٰ

خطبات حبان برائے دختران اسلام کی جلد ششم تمام ہوئی۔

وَصَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ
بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

☆☆☆

حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی ایم ڈی حفظہ اللہ

کی تالیفات

۱	خوابوں کی تعبیر اور ان کی حقیقت	جلد اول ودوم
۲	انوار السالکین	
۳	انوارِ طریقت	
۴	تصوف کی حقیقت	
۵	سفرنامہ جنوبی ہند تا جنوبی افریقہ	
۶	مفتاح الصلوٰۃ	
۷	ملفوظات حبیب الامت حفظہ اللہ	
۸	سوانح حاذق الامت رحمۃ اللہ علیہ	
۹	پیارے نبی کی پیاری دعائیں	
۱۰	خطباتِ رحیمی	دس جلدیں
۱۱	خطباتِ حبان برائے دخترانِ اسلام	دس جلدیں
۱۲	تفسیری خطباتِ حبان	دو جلدیں
۱۳	خطباتِ رمضان المبارک	چار جلدیں
۱۴	طالبات تقریر کیسے کریں؟	دس جلدیں
۱۵	مجالسِ رحیمی	
۱۶	اسرارِ طریقت	
۱۷	انجمن دیندار چن بسویشورا مسلمان نہیں	

☆☆☆